لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى
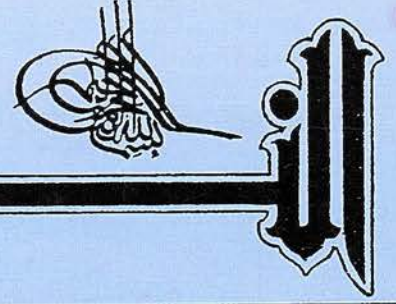
جماعتہائے احمدیہ امریکہ

اپریل ، مئی ۲۰۰۲ء

شہادت ۔ ہجرت ۱۳۸۱ ہش

Mr. Douglas M. Duncan, Montgomery County Executive, attending interfaith Conference in Masjid Baitur Rahman in December 2001

THE AHMADIYYA GAZETTE IS PUBLISHED BY **THE AHMADIYYA MOVEMENT IN ISLAM, Inc,** AT THE LOCAL ADDRESS
31 Sycamore St., Box 226, Chauncey, OH 45719.
PERIODICALS POSTAGE PAID AT CHAUNCEY, OHIO 45719. Postmaster: Send address changes to:

THE AHMADIYYA GAZETTE
P. O. BOX 226
CHAUNCEY, OH 45719

NATIONAL IJTEMA MAJLIS ANSARULLAH, USA, 2001 IN PICTURES

لِیُخْرِجَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی

جماعتہائے احمدیہ امریکہ

النور

اپریل، مئی ۲۰۰۲ء　　　　شہادت، ہجرت ۱۳۸۱ ہش

فہرست مضامین

نگران: صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب امیر جماعت امریکہ
ایڈیٹر: سید شمشاد احمد ناصر

قرآن مجید

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۵۶

(سورة النور 24 : 56)

اللہ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور مناسب حال عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنا دیگا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنا دیا تھا۔ اور جو دین اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے وہ ان کے لیے اُسے مضبوطی سے قائم کردیگا اور اُن کے خوف کی حالت کے بعد وہ ان کے لیے امن کی حالت تبدیل کر دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے (اور) کسی چیز کو میرا شریک نہیں بنائیں گے اور جو لوگ اس کے بعد بھی انکار کریں گے وہ نافرمانوں میں سے قرار دئے جائیں گے۔

اور تم سب نمازوں کو قائم کرو اور زکوٰتیں دو، اور اس رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

حدیث

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ نَزَلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ فَلَمَّا قَرَاَ: وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ، قَالَ رَجُلٌ مَنْ هٰؤُلَآءِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَلَمْ يُرَاجِعْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى سَاَلَهٗ مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا قَالَ وَفِيْنَا سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ قَالَ: فَوَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ عَلٰى سَلْمَانَ ثُمَّ قَالَ: لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رِجَالٌ مِنْ هٰؤُلَآءِ۔ (بخاری کتاب التفسیر سورۃ الجمعۃ و مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آپؐ پر سورۃ جمعہ نازل ہوئی جب آپ نے اس کی آیت

وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ

(سورة الجمعہ 62 : 4)

پڑھی جس کے معنی یہ ہیں کہ "کچھ بعد میں آنے والے لوگ بھی ان صحابہ میں شامل ہوں گے جو ابھی ان کے ساتھ نہیں ملے۔" تو ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ کون لوگ ہیں جو درجہ تو صحابہ کا رکھتے ہیں لیکن ابھی ان میں شامل نہیں ہوئے۔ حضور نے اس سوال کا جواب نہ دیا۔ اس آدمی نے تین دفعہ یہی سوال دہرایا۔ راوی کہتے ہیں کہ سلمان فارسیؓ ہم میں بیٹھے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ ان کے کندھے پر رکھا اور فرمایا اگر ایمان ثریا کے پاس بھی پہنچ گیا یعنی زمین سے اٹھ گیا تو ان لوگوں سے کچھ لوگ اس کو واپس لے آئیں گے (یعنی آخرین سے مراد ابنائے فارس ہیں جن میں مسیح موعود ہوں گے اور ان پر ایمان لانے والے صحابہؓ کا درجہ پائیں گے۔

جماعت احمدیہ میں قیامِ خلافت کی عظیم الشان پیشگوئی

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام رسالہ الوصیت میں تحریر فرماتے ہیں ۔

" سو اے عزیزو ! جب کہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے ، تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے ۔ سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے ۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہوجائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے ۔ کیونکہ وہ دائمی ہے ، جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہو گا ۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آ سکتی جب تک میں نہ جاؤں ۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا ۔ جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی ۔ جیساکہ براہین احمدیہ میں وعدہ ہے ۔ اوروہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتاہے کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں ، قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا ۔

... وہ خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے ۔ وہ سب کچھ تمہیں دکھلائے گا جس کا اس نے وعدہ فرمایا ہے ۔ ... ضرور ہے کہ یہ دنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہوجائیں جن کی خدا نے خبر دی ہے ۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں ۔ اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے ۔

... خدا تعالیٰ چاہتاہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں ، کیا یورپ اور کیا ایشیا ۔ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں ، توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے ۔ یہی خداتعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجاگیا ۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو ۔ مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے ۔ "

(روحانی خزائن ، جلد 20 ، رسالہ الوصیت ، صفحہ 7 - 5)

جب بھی تمہیں خدا کے ذکر کے لئے بلایا جائے تو سب چیزیں چھوڑ دیا کرو اور اس آواز پر لبیک کہا کرو

(خلاصہ خطبہ جمعہ ۳۰/ جنوری ۱۹۹۸ء)

اسلام آباد، ٹلفورڈ (۳۰/ جنوری) : سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج خطبہ جمعہ اسلام آباد، ٹلفورڈ میں ارشاد فرمایا۔ جہاں عید الفطر کی غرض سے دور دور سے احباب جماعت کثرت سے تشریف لائے ہوئے تھے۔ آج عید کی نماز، خطبہ عید الفطر اور دیگر پروگراموں کی وجہ سے حضور ایدہ اللہ نے مختصر خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کے بعد حضور انور نے سورۃ الجمعہ کی آیات ۱۰ اور ۱۱ ﴿یاَایُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا اِذَا نُودِیَ لِلصَّلٰوۃِ من یَومِ الجُمُعَۃِ فَاسعَوا اِلٰی ذِکرِاللّٰہِ وَذَرُو البَیع. ذٰلِکُم خَیرٌ لَکُم اِنْ کُنتُم تعلَمُون. فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانتَشِرُوا فِی الأرضِ وَابتَغُوا مِنْ فَضلِ اللّٰہِ وَاذکُرُوااللّٰہَ کَثِیراً لَعَلَّکُم تُفلِحُون﴾ کی تلاوت فرمائی۔

حضور نے فرمایا کہ یہ دو آیات کریمہ جو سورۃ الجمعہ سے لی گئی ہیں آج کے میرے اس خطبے کا موضوع یہی آیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِذَا نُودِیَ لِلصَّلٰوۃِ من یَومِ الجُمُعَۃِ فَاسعَوا اِلٰی ذِکرِاللّٰہِ جب جمعہ کے دن تمہیں نماز کے لئے بلایا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف تیزی سے لپکو وَذَرُو البَیع اور ہر قسم کی تجارت کو، لین دین کو ترک کر دیا کرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

حضور نے فرمایا یہاں جمعہ کا ہر مفہوم مراد ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ بھی جمعہ کا زمانہ ہے، پہلوں کے دوسروں سے ملنے کا زمانہ ہے، وقف زندگی کی تحریک بھی اسی میں داخل ہے۔ جب بھی تمہیں خدا کے ذکر کی خاطر بلایا جائے تو سب چیزیں چھوڑ دیا کرو اور اس آواز پر لبیک کہا کرو اور ظاہری معنوں میں بھی یہی حکم ہے جیسا کہ بعد میں فرمایا فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانتَشِرُوا فِی الأرض نماز پڑھی جا چکی تو پھر تمہیں اجازت ہے کہ تم زمین پر پھیل جایا کرو اور اللہ تعالیٰ کا فضل ڈھونڈو اور بکثرت اس کا ذکر کیا کرو۔

حضور نے فرمایا پس آج کی نصیحت یہی ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ آپ لوگ اب جب پھیلیں گے اور عید کی دوسری خوشیاں منائیں گے تو وَاذکُرُوااللّٰہَ کَثِیراً کو یاد رکھیں۔ ذکر الٰہی کا وقت ختم نہیں ہوا بلکہ جمعہ کے ساتھ جاری ذکر ہے جو جمعے کے وقت بند نہیں ہوا کرتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور جہاں بھی جس حال میں بھی ہم ہوں ذکر الٰہی کو بلند کرنے والے ہوں۔ ☆......☆......☆

ایک اہم اور ضروری اعلان

کینیڈا میں جامعہ احمدیہ کا قیام

اعلان برائے داخلہ اور ضروری عملہ

یہ امر ہم سب کے لئے باعث مسرت ہے کہ سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت کینیڈا میں جامعہ احمدیہ کے قیام کی منظوری عطا فرمادی ہے۔ الحمدللہ۔

جامعہ احمدیہ کینیڈا، جامعہ احمدیہ ربوہ کے طرز پر ہوگا۔ اور اس کا تعلیمی نصاب بھی وہی ہوگا جو جامعہ احمدیہ ربوہ میں پڑھایا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں بعض امور احباب جماعت کی آگاہی کے لئے پیش خدمت ہیں۔

☆ انشاء اللہ کلاسز کا باقاعدہ اجراء ستمبر 2003ء سے ہوگا۔

☆ جامعہ احمدیہ کینیڈا کا کورس سات سال پر مشتمل ہوگا۔

☆ داخلہ کے لئے کم از کم عمر 17 سال ہوگی۔ بعض استثنائی صورتوں میں اس معیار میں کچھ تبدیلی ممکن بھی ہو سکتی ہے۔

☆ ذریعہ تدریس انگریزی زبان میں ہوگا۔

☆ کم از کم تعلیمی معیار گریڈ 12 ہوگا۔

☆ جامعہ احمدیہ کینیڈا میں داخلہ کے لئے واقفین نو کے علاوہ دوسرے واقفین کو بھی اجازت ہوگی۔

☆ ایسے بچے اور احباب جماعت جو جامعہ احمدیہ کینیڈا میں داخلہ کے لئے خواہش مند ہوں، ان

(باقی صفحہ ۳۴ پر)

خطبہ جمعہ

نماز قائم کرنے کے جو مختلف مراحل ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بعض اپنے ساتھیوں کی نماز بھی کھڑی کرو

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز- فرمودہ ۲۴/اکتوبر ۱۹۹۷ء بمطابق ۲۴/اخاء ۱۳۷۶ ھجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلك يوم الدين - إياك نعبد و إياك نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

﴿أتلُ ما أُوحيَ إليكَ منَ الكتٰبِ وَ أقمِ الصلوٰةَ . إنَّ الصلوٰةَ تَنهىٰ عنِ الفحشآءِ وَالمُنكَرِ. وَلَذِكرُاللهِ اكبَرُ. وَ اللهُ يعلمُ ما تصنعونَ﴾ (سورہ العنکبوت آیت ۴۶)۔

گزشتہ دو خطبوں میں میں نے نماز کی طرف جماعت کو توجہ دلائی تھی، نماز باجماعت کی طرف، خصوصیت کے ساتھ ان نمازوں کی طرف جو کاموں کے درمیان پڑتی ہوں جن کی خاص طور پر حفاظت کا قرآن کریم نے ارشاد فرمایا ہے۔ اس سلسلے میں آج یہ تیسرا خطبہ ہے اور اس کو بھی میں نماز ہی کی اہمیت سے متعلق وقف رکھوں گا۔ پھر انشاء اللہ آئندہ جو خطبہ آنے والا ہے اس میں تحریک جدید کا نیا سال شروع ہوتا ہے اس کا ذکر ہو گا۔ پھر دوسرے امور بہت سے ہیں جو اپنی توجہ کھینچتے ہیں۔ ضمناً کبھی کبھی نماز کا ذکر آئندہ خطبوں میں بھی چلتا رہے گا کیونکہ یہ بہت اہم مضمون ہے۔ انسانی زندگی کی جان ہے نماز، انسان کو پیدا کرنے کے مقاصد میں سے اول مقصد یہ ہے۔

جس آیت کی آج میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے یہ سورہ العنکبوت کی چھیالیسویں آیت ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿أتلُ ما أُوحيَ إليكَ منَ الكتٰبِ وَ أقمِ الصلوٰةَ﴾ کہ جو کچھ تجھ پر خدا تعالیٰ کی طرف سے وحی کیا جا رہا ہے کتاب میں سے، اس کی تلاوت کر "و اقم الصلوٰة" اور نماز کو قائم کر۔ گویا جو کچھ بھی کتاب میں وحی کیا جا رہا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ "اقم الصلوٰة" باقی ساری باتیں ضمنی اور نسبتاً ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔ "إنَّ الصلوٰةَ تَنهىٰ عنِ الفحشآءِ وَالمُنكَرِ" یقیناً نماز فحشاء سے منع کرتی ہے اور منکر سے منع کرتی ہے۔ "وَلَذِكرُ الله اكبر" اور اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے" والله يعلم ماتصنعون" اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

یہاں قرآن کریم نے دو باتیں ایسی بیان فرمائی ہیں جن کو ہم نماز کی نشانی کے طور پر بھی لے سکتے ہیں۔ بسااوقات انسان کے ذہن میں یہ خیال آتا ہے کہ میری نمازیں مقبول ہوئی ہیں کہ نہیں۔ اس کا آسان حل اس آیت نے تجویز فرمادیا ہے۔ نماز میں تو یہ خوبی ہے کہ وہ فحشاء اور منکر سے روکتی ہے۔ اگر نمازیں پڑھنے کے بعد تم پھر فحشاء اور منکر میں مبتلا ہو جاؤ تو ثابت ہوا کہ تم نے نماز نہیں پڑھی کچھ اور پڑھا ہے۔ یہ ایک ایسا رابطہ قرآن کریم نے ان دو چیزوں کا قائم فرمایا ہے کہ اس پر جتنا بھی غور کریں، اور مزید عارفانہ مضامین آپ کو سمجھ آنے لگیں گے۔ چند باتیں اس سلسلے میں میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں کہ فحشاء ہر اس بدی کو کہا جا سکتا ہے جو وبا کی حیثیت رکھتی ہو اور جو پھیلنے والی ہو۔ فحشاء کا ایک معنی ہر قسم کی بے حیائی بھی لیا گیا ہے اور قرآن کریم نے اس لفظ کو مختلف معنوں میں استعمال کیا ہے۔ لیکن جہاں تک میں نے غور کیا ہے لفظ فحشاء میں اس بدی کا ذکر ملتا ہے جو کھل جائے، جو سوسائٹی کا حصہ بن جائے، جو اور لوگوں کے دل بھی بڑھائے کہ وہ اس بدی میں مبتلا ہوں اور نزلہ زکام اور ایسی وباؤں کی طرح اگر ایک دفعہ سوسائٹی میں پھیلیں تو پھر پھیلتی چلی جائیں۔ ہر وہ بدی جو یہ مزاج رکھتی ہو اس کو فحشاء کہا جا سکتا ہے۔ خواہ وہ بڑی ہو خواہ وہ چھوٹی ہو۔

توسب سے پہلی بات **نماز کی قبولیت کی نشانی یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ نماز تمہارے اندر کوئی ایسی بدی. باقی نہیں رہنے دے گی جس کا نقصان دوسروں کو پہنچ سکے** اور مسلم کی تعریف بھی تو یہی ہے اور مومن کی تعریف بھی تو یہی ہے۔ مسلم وہ ہے جو دوسرے کو امن دے، جو دوسروں کو سلامتی پہنچائے اور مومن وہ ہے جو دوسروں کو امن دے۔ تو اگر کسی ذات سے گناہ کی وبائیں پھیلتی ہوں، اس کے عمل سے دوسروں کو بری باتوں کی جرأت ہوتی ہو تو یہ بات اس کے مومن ہونے کے بھی خلاف ہے، اس کے مسلم ہونے کے بھی خلاف ہے۔ تو نماز کی ایسی نشانی جس کو ہر انسان پہچان سکتا ہے وہ یہ ہے ورنہ لوگ وہموں میں مبتلا رہتے ہیں کہ تمہاری نمازوں کی کیا آواز ہے؟ وہ کیا فتویٰ دے رہی ہیں؟۔ اور یہ سادہ سی پہچان روزمرہ کی زندگی میں انسان میں پائی جاتی ہے۔ ہزارہا ایسی برائیاں ہیں جن میں انسان مبتلا ہوتا ہے اور جانتا ہے کہ وہ برائیاں آگے دوسروں کو لگنے والی ہیں اور اس میں جو احتیاط برتی جائے اس میں اور منافقت میں ایک فرق ہے۔ منافقت ایسی بدی کو چھپاتا ہے جس کے نتیجے میں انسان دنیا میں نیک مشہور ہو، دنیا کو بدی سے بچانا مقصود نہیں ہے۔ منافقت اس کوشش کو کہتے ہیں جس کے نتیجے میں انسان کے دعووں پر پردہ پڑا رہے، ان دعووں سے وہ بے نیاز ہو یعنی مطلب یہ ہے کہ ان کی موجودگی اسے تکلیف نہ پہنچائے اور صرف اس لئے پردہ ڈالے کہ وہ داغ ظاہر ہو کر جو اس کا ایک تاثر معاشرے میں پیدا کرتے ہیں اس کے بالکل برعکس تاثر پیدا ہو۔ فحشاء بالکل اور چیز ہے۔ فحشاء انسان کی ایسی بیماریاں ہیں جن کے خلاف وہ جدوجہد کرتا ہے۔ اس کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ بیماریاں اس سے ہٹ جائیں لیکن جب تک نہیں ہٹتیں وہ اس غرض سے انہیں چھپاتا ہے کہ میری اولاد، میری بیوی، میرے بچے انہی بیماریوں میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ پس یہ فرق ہے فحشاء اور منافقت کے مضمون میں۔ پس ہر انسان اپنی ذات کو اپنی ذات ہی سے پہچان سکتا ہے کہ اس کی عادتیں اسے فحشاء کا مرتکب تو قرار نہیں دے رہیں۔ ایک انسان جب جھوٹ بولتا ہے تو کئی دفعہ چھپا کے بولتا ہے، کئی دفعہ کھلے اظہار کے طور پر بات کرتا ہے۔ اب یہ ایک ایسی مثال ہے جو ان دونوں چیزوں میں فرق کر دے گی۔ ایک انسان جھوٹ بولتا ہے کسی دوسرے کو دھوکہ دینے کے لئے، یہ اپنی ذات میں ایک گناہ ہے لیکن وہ سمجھتا ہے کہ اس کو پتہ نہیں چلا اس لئے وہ جھوٹ بولنا فحشاء نہیں ہے وہ ایک اثم ہے، ایک ذنب ہے، ایک گناہ ہے۔ مگر اس جھوٹ بولنے کو فحشاء نہیں کہہ سکتے کیونکہ جب وہ جھوٹ بول کر کسی کو دھوکہ دیتا ہے تو مقصد یہ ہے کہ وہ سچ بول رہا ہے۔ تو جھوٹ کا اثر فحشاء نہیں ہو گا۔ لیکن جب وہ گھر میں آکے بتاتا ہے اپنے بیوی بچوں کو اور مزے لے لے کر بتاتا ہے یا اپنے دوستوں کو سوسائٹی میں مزے لے لے کے بتاتا ہے کہ اس طرح میں نے اس کو پاگل بنایا، اس طرح میں نے اس کو بے وقوف بنایا اور دیکھو میں کیسا چالاک ہوں میں کس طرح لوگوں کو دھوکے دے کر کیسے کیسے عارضی یا دنیاوی فائدے حاصل کر لیتا ہوں، یہ فحشاء ہے۔ اگر کسی نے غلطی سے مجبوراً جھوٹ بولا ہو، ویسے تو جھوٹ کے لئے کوئی قابل قبول مجبوری نہیں ہے، اور اسے دکھ محسوس ہوا ہو تو وہ اور قسم کا جھوٹ ہے، بالارادہ دھوکہ دینا یہ ایک اور قسم کا جھوٹ ہے۔ دونوں فحشاء نہیں ہیں۔ مگر جب دوسرے جھوٹ کا ذکر کر کے، جو بالارادہ دھوکہ دینے کے نتیجے میں بولا جاتا ہے، انسان اپنی بڑائی لوگوں میں بتاتا ہے تو یہ فحشاء ہے۔ اور جو پہلی قسم کا جھوٹ ہے جو اس نے مجبوراً بول دیا ہو اس پہ تو وہ خود پچھتاتا ہے اس پہ فخر کیسے محسوس کر سکتا ہے، وہ فحشاء بن ہی نہیں سکتا۔ اس کے متعلق وہ لوگوں کو بتاتا نہیں پھرے گا کہ دیکھو میں ایسا گندہ آدمی ہوں کہ میں نے فلاں مصیبت کے وقت جھوٹ بول دیا۔ پس گناہوں کی تفریق کرنے کی

عادت ڈالیں۔ ہر گناہ کا جو محرک ہے اس کو پہچاننے کی کوشش کریں اور یہ سفر اپنی ذات کا سفر ہے۔ اپنی ذات کے سفر کے بغیر آپ کو خود اپنا چہرہ بھی صحیح دکھائی نہیں دے سکتا اور اپنی ذات کے سفر کے بغیر یہ باتیں معلوم نہیں ہو سکتیں جو قرآن کریم نے یہاں بیان فرمائیں کہ ﴿ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ﴾ تم کس حد تک فحشاء سے بچ سکے ہو۔ اور جیسا کہ میں نے ایک مثال جھوٹ کی دی ہے ویسی ہی بکثرت دوسری مثالیں دی جا سکتی ہیں جن میں انسان فحشاء میں مبتلا ہوتے ہوئے بھی جانتا نہیں کہ میں مبتلا ہوں۔ لیکن اگر اس نے نمازیں پہچانی ہیں کہ میری نمازیں کیا ہیں تو پھر اسے غور کرنا ہوگا اور جب وہ غور کرے گا تو اس کا اپنا چہرہ جو اس کے اپنے آئینے میں دکھائی دے رہا ہے اسے بتائے گا کہ تم نمازیں نہیں پڑھ رہے تھے کچھ اور کر رہے تھے۔

دوسرا پہلو اس آیت کریمہ کا یہ ہے کہ فحشاء میں مبتلا لوگوں کی نماز کی طرف توجہ ہو ہی نہیں سکتی۔ نماز میں قیام ضروری ہے اور **جو لوگ فحشاء میں مبتلا ہوں ان کے لئے نماز کا قیام بڑا مشکل کام ہے کیونکہ فحشاء ان کو اپنی طرف کھینچے گی اور باربار ان کی نماز کو گرا دے گی۔** پس یہ دوسری مصیبت ہے جس کا ذکر قرآن کریم نے اس آیت کریمہ میں فرمایا کہ اگر تم نے نماز پڑھنی ہے تو نماز اور فحشاء کا ٹکراؤ ہے۔ قیام نماز کے لئے ضروری ہے کہ تم فحشاء سے باز آ جاؤ۔ اگر نہیں آؤ گے تو عمر بھر کی نمازیں رائیگاں جائیں گی، ان کا کچھ بھی فائدہ تمہیں نہیں پہنچے گا۔

"والمنکر" منکر ناپسندیدہ باتوں کو کہتے ہیں جنہیں عام معاشرہ بھی ناپسندیدہ سمجھتا ہے تو محض فحشاء سے بچ جانا کافی نہیں۔ منکر جو اس کے مقابل پر نسبتاً ادنیٰ درجے کی احتیاط ہے یعنی جس کو بری باتیں عرف عام میں کہا جا سکتا ہے، ان سے بچنا۔ ان سے بھی نماز روکتی ہے۔ یعنی نماز کے بعد ایک نمازی کے اندر ایک وقار پیدا ہونا چاہئے۔ اگر وہ نماز مقبول ہوئی ہے تو اس کی عادات و اطوار میں، اس کے رہن سہن میں ایک وقار پیدا ہو جائے گا جو قرب الٰہی کے نتیجے میں پیدا ہونا لازم ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ آپ کی سوسائٹی اچھی ہو اور اس سوسائٹی کو آپ اچھا سمجھتے بھی ہوں اور پھر آپ میں اس سوسائٹی کی خوشبو نہ پائی جائے۔ جن لوگوں میں انسان چلتا پھرتا ہے ان کے رنگ بھی اختیار کرتا ہے۔ ایک شاعر نے کہا ہے کہ گُل کی مٹی میں بھی گُل کی خوشبو آ جاتی ہے اور یہ گُل کی تاثیر ہے تو نماز کی تاثیر یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ نماز تو تمہیں خدا کے قریب کرنے کے لئے ہے۔ اگر نماز قائم ہو گئی ہو اور تم خدا کے قریب ہو رہے ہو تو ہر وہ حرکت جو وقار کے منافی ہے اور خدا کی عظمت اور شان کے منافی ہے اس حرکت کو نماز تم سے دور کرتی چلی جائے گی۔ یہ ایسی پہچان نہیں ہے جس کے لئے بہت بڑے عارفانہ غور کی ضرورت ہو۔ یہ ایسی پہچان ہے جس کو آپ خود روزمرہ جان سکتے ہیں۔ نماز کے لئے نکلے اور بیہودہ حرکتیں اور فضول باتیں شروع کر دیں۔ آپ کو پتہ نہیں لگ سکتا کہ میں بیہودہ حرکتیں کر رہا ہوں اور فضول باتیں کر رہا ہوں۔ اور اس وقت کی پڑھی ہوئی نماز آپ کو اپنے سے دور کر دے گی۔ یعنی بظاہر آپ نماز کا قیام کر رہے ہونگے مگر نماز گرانے والے بنیں گے۔ اور یہ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ نماز کو قائم کرنے والے ہی وہ لوگ ہیں جن کو نماز قائم کرتی ہے۔ نماز کو گرانے والے ہی وہ لوگ ہیں جن کو خود نماز گراتی ہے۔ پس یہ ایسا ردِ عمل ہے جو طبعی طور پر خود بخود ظاہر ہو رہا ہے۔

"ولذِکرُ اللہِ اکبر" اور ان سب باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے۔ اگر نماز قائم ہو تو وہ ذکر اللہ سے بھر جائے گی۔ **اگر نماز قائم ہو تو ذکراللہ سے صرف نماز ہی نہیں بھرے گی بلکہ ایسے شخص کے دن رات ذکر الٰہی سے بھر جائیں گے۔** یہاں تک کہ اس کو کسی دوسری چیز کی فرصت نصیب نہیں ہوگی۔ "واللہ یعلمُ ما تصنعون" اور یاد رکھو کہ اللہ خوب جانتا ہے جو تم کام کرتے ہو۔ یعنی اکثر اپنے اعمال سے انسان غافل رہتا ہے مگر خدا تعالیٰ کے علم میں ہے۔ یہ سورہ العنکبوت سے چھیالیسویں آیت تھی جس کا میں نے ترجمہ اور مختصر تشریح کی ہے۔ اب میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعض ارشادات نماز ہی کے متعلق آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

یہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے۔ ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب قیام اللیل سے لی گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ رحم کرے اس شخص پر جو رات کو اٹھے، نماز پڑھے اور اپنی بیوی کو اٹھائے۔ اگر وہ اٹھنے میں پس و پیش کرے تو اس کے منہ پر پانی چھڑکے تا کہ وہ اٹھ کھڑی ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس کی بیوی رات کو اٹھے، نماز پڑھے اور اپنے میاں کو جگائے۔ اگر اس نے اٹھنے میں پس و پیش کیا تو اس کے چہرے پر پانی چھڑکے تا کہ وہ اٹھ کھڑا ہو۔

اب ان سادہ سے الفاظ میں بعض باتیں مضمر ہیں جن کو کھولنا ضروری ہے۔ پہلی بات آنحضرت ﷺ نے فرمائی ہے کہ 'نماز پڑھے اور پھر اٹھائے' جس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے تہجد ادا کرے جس کے لئے ضروری نہیں کہ اس کا ساتھی بھی اٹھایا جائے۔ اور اگر وہ اپنے ساتھی کو تہجد کے لئے اس لئے نہ اٹھائے کہ اس کی خواہش نہیں ہے تو یہ عین مناسب ہے۔ لازماً، زبردستی نوافل کے لئے کسی کو اٹھانا یہ درست نہیں ہے۔ پس دیکھیں کیسے خوبصورت الفاظ ہیں کہ اٹھے، نماز پڑھے اور پھر اپنے ساتھی کو اٹھائے۔ وہ فرض نماز ہے جس کے لئے اٹھایا جا رہا ہے۔

اور فرمایا، 'اگر وہ اٹھنے میں پس و پیش کرے تو اس کے منہ پر پانی چھڑکے'۔ یہ پانی چھڑکنے کا مضمون بتا رہا ہے کہ وہ مرد یا وہ عورت جن کا ذکر چل رہا ہے ان دونوں کی نیت نماز کی ہے۔ وہ ارادۃً نماز چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ اس لئے پانی چھڑکنا ان پر زبردستی نہیں حالانکہ وہ بالغ ہیں، جوان ہیں، اپنے اعمال کے ذمہ دار ہیں۔ پانی چھڑکنا بتا رہا ہے کہ انہوں نے درخواست کر رکھی ہے کہ اگر ہم سے نہ اٹھا جائے تو پانی چھڑکنا۔ اگر یہ مضمون اس میں مضمر نہ ہوتا تو نماز کے وقت تو دنگا فساد برپا ہو جاتا۔ کوئی عورت نیک بی بی کسی بدبخت خاوند کے منہ پر روزانہ چھینٹے مار کے اس کو اٹھائے جس کا نماز میں دل ہی نہیں، جس کی نیت ہی نہیں ہے وہ تو آگے سے جوتی لے کر پڑے گا۔ تو یہ کلام خود بولتا ہے کہ میں نبی کا کلام ہوں اس لئے روایات میں راوی سے بہت زیادہ اہمیت مضمون کو دینی چاہئے۔ آنحضرت ﷺ کے منہ کی باتیں خود بولتی ہیں کہ میں محمد رسول اللہ کا کلام ہوں۔ ان باتوں میں جب بھی کسی غیر بات کی آمیزش ہو وہ خود بول پڑتی ہے کہ میں اس رسول کا کلام نہیں ہو سکتی۔ پس بسا اوقات اچھے راویوں سے بعض روایتیں ہیں جن میں الفاظ بدلنے کے نتیجے میں کچھ ایسی کمزوریاں دکھائی دیتی ہیں کہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کلام، اتنا حصہ کم سے کم، آنحضرت ﷺ کا کلام نہیں تھا۔ چنانچہ بہت سے راوی ایسے بھی ہیں جو احتیاط برتتے ہیں، کہتے ہیں جہاں تک مجھے یاد ہے یہ الفاظ تھے۔ جہاں تک میں نے سوچا ہے مجھے یہ لگتا ہے مگر ضروری نہیں، ہو سکتا ہے آنحضورؐ کے الفاظ کچھ اس سے مختلف ہوں۔ اس وجہ سے اختلاف روایت کی ہمیں سمجھ آ جاتی ہے۔

تو اس پر آپ غور کر لیں کہ جو پانی کے چھینٹے دئے جا رہے ہیں یہ بتا رہے ہیں کہ دونوں میاں بیوی بنیادی طور پر نیک ہیں، چاہتے ہیں کہ ان کو اٹھایا جائے اور نیند کی غفلت حائل ہو جاتی ہے اور دونوں کے درجے الگ الگ ہیں۔ ایک تہجد گزار ہے اور دوسرا عام نمازی ہے اس کا Behaviour ، اس کا سلوک ایک عام نمازی جیسا ہے۔ **تو نماز قائم کرنے کے جو مختلف مراحل ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بعض اپنے ساتھیوں کی نماز بھی کھڑی کرو** اور اس نماز کو کھڑا کرنے میں زبردستی نہیں ہے مگر ماحول کو اس طریق پر خطرات سے بچایا جا سکتا ہے۔ جب ایک بیوی خاوند کی نماز میں مددگار بن جائے، خاوند بیوی کی نماز میں مددگار بن جائے تو ظاہر بات ہے کہ ان لوگوں کی اولاد پر اس کا نیک اثر پڑے گا اور نماز سارے ماحول میں قائم ہو گی۔

ایک دوسری حدیث مسلم کتاب الایمان، باب بیان الطلاق سے لی گئی ہے۔ حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نماز کو چھوڑنا انسان کو شرک اور کفر کے قریب کر دیتا ہے۔ یہ مضمون میں نے پچھلی دفعہ بھی بیان کیا تھا کہ نماز کو چھوڑنے والا شرک کی وجہ سے نماز کو چھوڑتا ہے اور بسا اوقات اسے معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ نماز اپنی ذات میں ایک ایسا اعلیٰ درجے کا روحانی مائدہ ہے جس میں لذت ہے اور اگر اس کے برعکس کوئی اور مائدہ زیادہ لذت والا نظر آئے تب انسان اس مائدہ کو یعنی اس دستر خوان کو چھوڑے گا۔ تو شرک کا مضمون تو پہلے ہی موجود ہے۔ نماز چھوڑ کر شرک میں مبتلا نہیں ہوتا، نماز اس لئے چھوڑتا ہے کہ مشرک ہے یعنی خدا تعالیٰ کے قرب کے مقابل پر غیر اللہ کے قرب کو زیادہ اہمیت دیتا ہے۔

اس مضمون پر جب علماء غور کرتے ہیں تو انہوں نے شرک کی مختلف قسمیں بنا رکھی ہیں۔ بعض کو کہتے ہیں شرک جلی اور بعض قسموں کو کہتے ہیں شرک خفی۔ جلی وہ ہے جو انسان کھلم کھلا شرک کرتا ہے۔ خدا کے سوا معبود ہیں، بتوں کی پرستش، چاند سورج کو خدا سمجھنا جیسا کہ آج کل بھی بہت سے مذاہب میں یہ باتیں پائی جاتی ہیں یعنی انسان کو خدا کا شریک بنا لینا، قبروں کی پوجا کرنا یہ سب شرک جلی ہیں۔ شرک خفی یہ

مضامین ہیں جو میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں کہ انسان کو جو خود شرک میں مبتلا ہے اس کو بھی نہیں پتہ چلتا کہ وہ شرک کر رہا ہے اس کو شرک خفی کہتے ہیں، جو چھپ گیا۔ پس ہر قسم کے شرک کو چھوڑنا ضروری ہے خواہ وہ ظاہر ہو، خواہ وہ چھپا ہوا ہو۔ کیونکہ شرک کے ساتھ انسان کی روحانی زندگی بالکل تباہ ہو جاتی ہے، نہ وہ اس دنیا کے قابل رہتا ہے نہ آخرت کے قابل رہتا ہے۔ حضرت جابرؓ نے مختصر حدیث بیان فرمائی دو چار لفظوں کے اندر لیکن بہت گہری حقیقت سے ہمیں روشناس کرا دیا۔

اب میں ایک اور حدیث بخاری کی کتاب الجہاد سے پیش کرتا ہوں جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے روایت کی۔ کہتے ہیں میں نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا، کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے؟ آپؐ نے فرمایا وقت پر نماز پڑھنا'۔ یعنی نماز کے لئے جو وقت مقرر ہے اس محل، اس وقت کے اوپر نماز پڑھنا خدا تعالیٰ کو پسند ہے۔ 'میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد؟ آپؐ نے فرمایا ماں باپ سے نیک سلوک کرنا'۔ پہلے خدا کا حق ہے پھر ماں باپ کا حق ہے اور خدا کے حق سے اگر ماں باپ کا حق بظاہر مجروح ہوتا ہو تو خدا کا حق ادا کرنا لازم ہے۔ ماں باپ سے باوجود اس کے کہ بے انتہا نیکی کی تعلیم دی گئی ہے اس وقت روگردانی کرنا اس لئے کہ اللہ کا حق اپنی طرف بلا رہا ہے یہ گناہ نہیں ہے بلکہ نیکی ہے۔ فرمایا نماز وقت پر ادا کرنا، ماں باپ سے نیک سلوک کرنا۔ پھر میں نے عرض کیا اس کے بعد کون سا؟ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے رستے میں جہاد کرنا یعنی خدا تعالیٰ کے دین کی اشاعت کے لئے پوری پوری کوشش کرنا۔

مسلم کتاب الطهارة میں نماز سے متعلق ایک حدیث ان الفاظ میں درج ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتاؤں جس سے اللہ تعالیٰ گناہ مٹا دیتا ہے اور درجات بلند کرتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ضرور بتائیے۔ آپؐ نے فرمایا (سردی وغیرہ کی وجہ سے مثلاً) دل نہ چاہنے کے باوجود خوب اچھی طرح وضو کرنا'۔ یہ جو دل نہ چاہتا ہے اس میں سردی کا مضمون بھی داخل ہے اور بھی بہت سے مضامین داخل ہیں۔ کئی لوگوں کو سستی ہوتی ہے، کئی دفعہ زیادہ گرم پانی سے وضو کرنا پڑتا ہے جیسا کہ پرانے زمانے میں فریج وغیرہ نہیں ہوا کرتے تھے تو باہر گرم ٹوٹیوں سے بعض دفعہ وضو کرنا پڑتا تھا تو کافی گرم پانی ہوتا تھا اور بعض دفعہ سردیوں میں بے انتہا ٹھنڈا ہو جاتا تھا۔ تو ایسی حالت میں وضو کرنا جب کہ طبیعت پر گراں گزرے۔ اگر طبیعت پر گراں نہ گزرے تو انسان وضو کرتا ہی ہے وہ بھی ایک نیکی ہے۔ مگر وہ نیکی جو اللہ تعالیٰ کو بطور خاص پسند ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کی خاطر اپنی ناپسندیدہ باتیں اختیار کر لینا جو خدا کے ہاں پسندیدہ ہیں۔ اور 'مسجد میں دور سے چل کر آنا'۔ اب یہ مطلب تو نہیں کہ آدمی مسجد سے باہر جائے اور دور جا کر پھر واپس آئے۔ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کا گھر تو مسجد کے ساتھ تھا اور نزدیک سے آتے تھے مگر اگر بہت دور بھی ہوتا تب بھی آنا ہی تھا۔ تو اس لئے رجحان کی بات ہو رہی ہے۔ دور سے چل کر آنا، یعنی وہ شخص جس کو نماز اتنی پیاری ہو کہ اگر دور سے بھی آنا پڑے تو وہ نماز کے لئے حاضر ہو جائے گا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، اب ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا یہ رسول اللہ ﷺ کی عادت تھی۔ پس وہ جو دور سے آنے کا مفہوم میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں وہ اس دوسری بات نے کھول دیا ہے۔ دل اٹکا ہوا ہے جہاں بھی کہیں ہو گا انسان واپس وہیں پہنچے گا، یہ بھی ایک قسم کا رباط ہے، یعنی سرحد پر چھاؤنی قائم کرنا اور یہ بات آپؐ نے یعنی آنحضرت ﷺ نے دو دفعہ دہرائی۔

رباط کیا ہوتا ہے؟ آپ میں سے اکثر کو تو علم ہونا چاہئے رباط کے متعلق میں پہلے بھی کئی خطبوں میں ذکر کر چکا ہوں۔ اب میں دہراتا ہوں تا کہ رباط کا مضمون اچھی طرح سمجھ آجائے۔ قرآن کریم نے مومنوں کی جماعت کی تعریف میں فرمایا ہے کہ وہ سرحد پر گھوڑے باندھتے ہیں۔ سرحد پر گھوڑے اس لئے باندھے جاتے ہیں تا کہ دشمن کو سرحد میں داخل ہونے سے پہلے مار بھگایا جائے اور لڑائی دشمن کی سرزمین میں ہو اپنی سرزمین میں نہ ہو۔ کیونکہ سرحد پر بندھے ہوئے گھوڑے دور سے آتے ہوئے دشمن کو دیکھ لیتے ہیں اور ان کی طرف لپکتے ہیں، انتظار نہیں کرتے کہ وہ اپنی سرحد میں داخل ہو جائیں۔ یہ وہ دفاع کی ایک تکنیک، ایک دفاع کی ایسی حکمت عملی ہے جسے آج بھی نئی دنیا استعمال کر رہی ہے۔ تمام امریکن اور روسی اور اسی طرح دوسری بڑی طاقتوں کے جو دفاعی نظام ہیں ان میں دشمن پر نگاہ رکھنا کہ وہ ہماری سرحد کے قریب تو نہیں آرہا یعنی ایسی حرکتیں تو نہیں کر رہا کہ جس کے نتیجے میں ہم پر حملہ ہو سکتا ہو اس صورت میں جب وہ ان کا نظام پہچان لیتا ہے کہ دشمن قریب آرہا ہے تو پھر یہ انتظار نہیں کیا کرتے کہ وہ داخل ہو جائے پھر ہمیشہ اسے باہر نکل کر دوسری سرزمین میں پکڑتے ہیں اور وہیں Destroy کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ جو لیزر کا نیا نظام بنا ہے یہ بھی اسی اصول کے تابع بنا ہے۔ مگر قرآن کریم میں اور آنحضرت ﷺ کے بیانات میں یہ ساری حکمتیں موجود ہیں۔ کوئی ایسی نئی ایجاد نہیں ہو سکتی جس کی بنیاد قرآن میں یا حدیث میں نہ ہو۔ پس دفاعی نظام کا ذکر فرماتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ یہ بھی ایک قسم کا رباط ہے یعنی سرحد پر چھاؤنی قائم کرنا۔ جس شخص کا دل نم

جس شخص کا دل نماز میں اٹکا ہو اس پر فحشاء اور منکر حملہ کر ہی نہیں سکتے۔ جہاں بھی کوئی چیز اس کے اٹکے ہوئے دل کو اپنی طرف کھینچے گی وہ متنبہ ہو جائے گا۔ پس حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے نماز کے مضمون کو اس باریکی سے ہم پر کھولا ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ کوئی دنیا کا کوئی رسول پیش کر کے دکھائے، ناممکن ہے کہ ان باتوں کا عشر عشیر بھی کسی اور رسول کی طرف کوئی انسان منسوب کر سکے خواہ کیسا ہی اس کا شیدائی کیوں نہ ہو۔ عبادت الٰہی جو انسانی روحانی زندگی کا مرکز ہے اس سے متعلق بہت کم باتیں ملتی ہیں اور ملتی ہیں تو نسبتاً سرسری۔ ہو سکتا ہے ان باتوں کو محفوظ ہی نہ کیا گیا ہو، لوگوں نے توجہ نہ کی ہو۔ مگر اب جو ہمیں تاریخ کے حوالے سے گزشتہ انبیاء کی باتیں ملتی ہیں ان میں تو لازماً عبادت الٰہی کے متعلق عشر عشیر تو کیا اس کا سواں حصہ بھی مذکور نہیں ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے قرآن کے حوالے سے بیان فرمایا۔

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں اور یہ حدیث بخاری کتاب الاذان سے لی گئی ہے۔ یعنی وہ لوگ جو مسجدوں میں آتے ہیں پہلے آکے بیٹھتے ہیں ان کے فضائل کا ذکر ہے۔ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چند ہم عمر نوجوان آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ بڑی دلچسپ روایت اس لحاظ سے ہے کہ اس زمانے میں ہم عمر نوجوان ٹولے بنا بنا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور دوسری قسم کے ہم عمر، بڑے بھی آتے ہوں گے۔ مگر اب جو میں نے غور کیا تو دیکھا کئی دفعہ ایک مجلس سے، ایک جماعت سے ملتے جلتے مزاج کے لوگ اکٹھے آجایا کرتے ہیں، یہاں ٹھہرتے ہیں۔ تو یہ بنیادی طور پر وہی نیکی ہے جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں رائج ہوئی تھی اور اس کی کچھ مثالیں ہم اب اپنی زندگی میں بھی دیکھ رہے ہیں۔ عرض کرتے ہیں، بیس دن ٹھہرے۔ آپؐ نہایت نرم دل اور مشفق تھے۔ جب آپؐ نے محسوس فرمایا کہ اب ہم اپنے گھر کو واپس جانا چاہتے ہیں تو آپؐ نے ہم سے دریافت فرمایا کہ تمہارے کون کون سے عزیز وطن میں ہیں۔ اب یہ بھی ایک عجیب اسلامی آداب کی تعلیم ہے۔ جو بڑی لطافت سے دی گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ سے ان کو اجازت مانگنے کی ضرورت نہیں پڑی اور وہ اجازت مانگنا ان کے دل پر گراں گزرتا ہو گا۔ مگر چونکہ انہوں نے اجازت نہیں مانگی اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اس بات کو نظر انداز نہیں فرمایا کہ وہ تکلیف اٹھا رہے ہیں اور اب واپس جانے کی نیت ہو گی۔ تو یہ بات یوں بنتی ہے کہ آنحضرت ﷺ آنے والوں پر نظر رکھا کرتے تھے اور دیکھتے رہتے تھے کہ کب تک یہ شرح صدر کے ساتھ، خوشی کے ساتھ ٹھہر سکتا ہے اور کب کچھ تکلیف کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ پس وہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے خود محسوس فرمایا کہ اب ہم شاید وطن کو لوٹنا چاہتے ہیں تو آپ نے اور رنگ میں بات پوچھی۔ یہ نہیں کہا کہ تم واپس جانا چاہتے ہو۔ فرمایا کون کون سے عزیز وطن میں ہیں، پیچھے کن کو چھوڑ آئے ہو۔ ہم نے حضور کو بتایا تو آپ نے فرمایا تم لوگ اپنے اہل و عیال کے پاس جاؤ۔

اب یہ اجازت کا انداز بھی کیسا لطیف ہے۔ حیرت انگیز ان کو ان کا بہانہ دکھا دیا جو ان کے لئے ایک وجہ جواز بنتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کے جانا ان کے لئے شرم کا موجب نہ رہا۔ کیونکہ خواہ مجبور بھی تھے مگر چھوڑ کر جانا ایک ان کے دل پر کوفت تھی۔ تو آپؐ نے ان کا جانا کتنا آسان فرما دیا۔ فرمایا ان کا بھی تو حق ہے جن کو پیچھے چھوڑ آئے ہو اس لئے واپس جاؤ اور یہ یہ باتیں جو تم نے مجھ سے سیکھی ہیں ان کو جا کے سکھاؤ۔ انہیں دینی احکام سکھاؤ اور انہیں ان پر عمل کرنے کے لئے کہو اور جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے اسی طرح نماز پڑھتے رہو۔ یہ حقیقی نماز ہے اس طرح نماز کا حق ادا کیا جاتا ہے۔ جب نماز کا وقت ہو تم میں سے کوئی اذان کہے اور جو تم میں سے بڑی عمر کا ہے وہ نماز پڑھائے۔ یہ جو لفظ بڑی عمر کا ہے اس نے مجھے متعجب کیا کیونکہ دوسری احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ خواہ چھوٹی عمر کا ہو جسے قرآن کریم زیادہ آتا ہو وہ نماز پڑھائے اور دوسرے یہ سارے ہم عمر ہی تھے۔ صاف راوی بیان کر رہا ہے کہ ہم ایک جیسی عمر کے تھے تو یہ حساب تو نہیں ہو گا کہ اس زمانے کی پیدائش کا حساب کریں کہ کون چند دن پہلے پیدا ہوا اور کون چند دن بعد پیدا ہوا لیکن ساتھ ہی میرا مسئلہ حل ہو گیا۔ راوی ابو قلابہؒ کہتے ہیں کہ مالک بن حویرثؓ نے مجھے یہ باتیں بتائی تھیں لیکن ان میں سے کئی باتیں میں بھول گیا ہوں۔ اب راوی کا تقویٰ ہمارے کام آگیا۔ ان بھولی ہوئی باتوں میں یہ بھی تھی

کہ رسول اللہ ﷺ قرآن کا علم زیادہ رکھنے والے کو امام بننے کا اہل قرار دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض دفعہ چھوٹا بچہ بھی بعض بڑی عمر کے صحابہ کو نماز پڑھایا کرتا تھا کیونکہ اس کو قرآن کریم زیادہ آتا تھا۔ پس یہ حدیثوں کے صحیح ہونے اور ان کے الفاظ کی صحت کے متعلق راویوں کی احتیاط کرنے کا ایک نمونہ ہے۔ ہر وہ حدیث جو اعلیٰ درجے کے مضامین قرآن کی مطابقت کے ساتھ رکھتی ہے اس کے متعلق ہرگز شک کی ضرورت نہیں کہ کوئی راوی کمزور ہے یا نہیں۔ اور اگر مطابقت نہیں رکھتی تو کتنے ہی پکے راوی ہوں وہ حدیث وہاں مشکوک ہو جائے گی جہاں قرآن کے واضح احکامات سے منافی باتیں کر رہی ہوگی۔ اور یہ ایک حدیث ہے، جو غالباً مجھے وقت مل جائے گا، پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کچھ اقتباس ہیں اگر ان کا وقت نہ بھی ملا تو آئندہ پھر کسی وقت ان اقتباسات کو میں دوبارہ آپ کے سامنے پیش کر دوں گا۔ اس سے نماز کا مضمون پھر تازہ ہو جائے گا اور ایک اور خطبہ اسی موضوع پر دینا ہوگا۔

بخاری کتاب الصلوٰۃ فضل صلوٰۃ الجماعۃ سے یہ روایت لی گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا انسان کا جماعت سے نماز پڑھنا بازار یا گھر میں نماز پڑھنے سے بیس گنا سے بھی کچھ زیادہ ثواب کا موجب ہے۔ اب اس حدیث کو میں نے اس حدیث کے بالکل ساتھ رکھ دیا ہے جس میں راوی نے اقرار کیا ہے کہ میں بھول گیا ہوں۔ یہاں راوی نے اقرار نہیں کیا لیکن یہ بیان دوسرے بیانات سے متضاد ہے۔ یعنی لفظ بیس گنا، اٹھائیس گنا، سو گنا، ہزار گنا، اتنے بکروں کی قربانی، اتنے جانوروں کی قربانی یہ سارے وہ مضامین ہیں جو بعد کے آنے والے راویوں کو اچھے لگا کرتے تھے اور وہ اپنی طرف سے بیچ میں باتیں ڈالا کرتے تھے۔ اس لئے اب میں کہہ سکتا ہوں کہ اپنی طرف سے ڈالتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات میں تو تضاد ہی کوئی نہیں اور نماز باجماعت کو جہاں فرض ہوتی ہے وہاں فرض ہی قرار دیتے ہیں۔ ایک فرض کے گرنے سے ساری نمازیں گر جاتی ہیں۔ اس لئے نماز باجماعت کے مقابل پر ایسے لوگوں کو نہیں سمجھایا جا سکتا کہ ان کے اکیلے نماز پڑھنے سے باجماعت نماز زیادہ اہم ہے کیونکہ اگر وہ باجماعت پڑھ سکتے ہیں تو اکیلا نماز پڑھنا نماز ہی نہیں ہے۔ یہ اندرونی تضاد ہے جو آنحضرت ﷺ کے دوسرے ارشادات کی روشنی میں ہمیں دکھائی دینے لگتا ہے۔ بڑی قطعیت کے ساتھ دوسری حدیثیں ہیں جو بتا رہی ہیں کہ **جہاں نماز باجماعت قائم کی جا سکتی ہو وہاں اکیلی نماز ہوتی ہی نہیں سوائے اس کے کہ کوئی مجبوری حائل ہو۔** پس معلوم ہوتا ہے کچھ حصہ راوی بھول گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی واضح مراد یہ ہے کہ نماز باجماعت کی اگر کسی کو توفیق نہ ہو، بیمار ہو، کوئی اور وجہ ہو تو باجماعت نماز نہ پڑھے مگر یہ یاد رکھے کہ ایک اچھے کام سے محروم رہا ہے۔ یہ احساس اس کو نماز باجماعت کی اہمیت یاد دلاتا رہے گا۔ پس جہاں زیادہ فائدہ مند، زیادہ ثواب کا موجب، جیسے الفاظ ملتے ہیں یہ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہوگا، لازم بات ہے کہ ایسا شخص جو نماز باجماعت نہیں پڑھ سکتا اس کو یاد کرانے کے لئے نماز باجماعت کے کچھ فوائد ذہن نشین کرائے گئے ہوں لیکن عملاً کیا فرمایا تھا، کتنے گنا فرمایا تھا اس بحث میں ہمیں مبتلا نہیں ہونا چاہئے۔

فرماتے ہیں، اور یہ اس لئے کہ جب ایک شخص اچھی طرح وضو کرے پھر نماز کی نیت سے مسجد کی طرف آئے یعنی نماز کے سوا کوئی چیز اسے مسجد میں نہ لائے۔ اب صاف تضاد یہاں ظاہر ہو گیا یعنی پہلے یہ ذکر کیا کہ اکیلے نماز سے دوسری جو اجتماعی نماز ہے وہ زیادہ ضروری ہے اور ساتھ ہی فرمایا کہ اس لئے ہے کہ اگر وضو کرے نماز کی نیت سے مسجد میں آئے۔ اگر نماز کی نیت سے وضو کر کے آسکتا ہے تو اکیلی نماز تو پھر نماز ہی نہ رہی پھر بیس گنا کی بحث اٹھ جاتی ہے۔ اس لئے میں یہ استنباط کر رہا ہوں کہ معلوم ہوتا ہے کہ راوی کے ذہن میں کچھ چیزیں مشتبہ ہو گئیں۔ یہ تو ہرگز بعید نہیں کہ ان لوگوں کے لئے جو نماز باجماعت نہیں پڑھ سکتے رسول اللہ ﷺ نے ان کے دلوں میں نماز باجماعت کی اہمیت ثابت کرنے کی خاطر، ان کے دلوں پر واضح کرنے کی خاطر کچھ الفاظ فرمائے ہوں لیکن اختیار نہیں رکھا کہ نماز پڑھ سکتا ہو اور نہ پڑھے اور صرف یہ سمجھ لے کہ چلو میں نے چھوٹی نماز پڑھ لی ہے، کم فائدہ ہو جائے گا، اس کا اختیار انسان کو نہیں ہے۔

اب ہم اگلے حصے کو لیتے ہیں، ایک شخص اچھی طرح وضو کرے پھر نماز کی نیت سے مسجد کی طرف آئے یعنی نماز کے سوا کوئی چیز اسے مسجد میں نہ لائے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں ہمیں خصوصیت سے توجہ کرنی چاہئے۔ کیونکہ بہت سے لوگ ہیں جو میٹنگز کے لئے مسجد آتے ہیں یہاں بھی اور جرمنی میں بھی اور جگہ بھی ان کا سارا سفر خواہ نیک کام کی خاطر ہو جماعتی میٹنگ کے لئے ہو یا عام کام کی خاطر ہو کسی مشاعرے یا شادی کے لئے آنا ہو تو پھر جو وہ نماز باجماعت پڑھتے ہیں تو آنحضرت ﷺ ان کی نماز باجماعت کو اصل نماز باجماعت قرار نہیں دے رہے۔ انہوں نے آنا ہی تھا روٹی کھانی تھی اور واپس چلے جانا تھا ساتھ اتفاق سے نماز باجماعت بھی ہو رہی تھی اس میں اگر کوئی شامل نہیں ہوگا تو بالکل ہی بے حیاء ہوگا۔ جب نماز پڑھتے دیکھ رہا ہے لوگوں کو تو پھر وہ کہے گا چلو نماز پڑھ کر چلے جاتے ہیں۔ مگر اس کی اگر اتنی ہی نمازیں ہوں ساری عمر کی، کسی اور غرض سے مسجد میں پہنچا ہو اور وہاں نماز پڑھ لی ہو اور پھر کبھی بھی نہ آئے تو اس کو فکر کرنی چاہئے۔ ایسے لوگوں کو میری نصیحت ہے کہ کبھی کبھی اس عادت کو توڑنے کی خاطر خالصۃً نماز کی خاطر مسجد آیا کریں۔ اور دوسرا یہ کہ ان کو ہم نے پہچانا ہے اس مسجد میں، ان دعوت ولیمہ میں شامل ہونے والوں کی نمازوں کو پہچاننا ہو تو ان کے اردگرد اگر کوئی مسجد ہو وہاں سے پہچانیں۔ اگر دو قدم پہ مسجد ہو اور وہاں نہ جائیں اور ولیمہ کھانے کے لئے بیس میل آجائیں اور پھر باجماعت نماز پڑھ کے، اپنے آپ کو نمازی سمجھ کے سر اٹھا کے چلیں تو یہ بہت بڑی بے وقوفی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی ذہانت کی لطافت دیکھیں کوئی پردہ باقی نہیں چھوڑا۔ ہر مشکل مضمون سے پردہ اٹھا کے ہمیں اپنے چہرے دکھادئے ہیں۔ نماز کی نیت سے مسجد کی طرف آئے یعنی نماز کے سوا کوئی چیز اسے مسجد نہ لائے، نہ شادی نہ بیاہ نہ کوئی اور مقصد، نہ دینی میٹنگ۔ نماز ہی کی خاطر سے آئے تو ایسا شخص قدم نہیں اٹھاتا مگر اس کی وجہ سے اس کا درجہ بلند ہوتا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس کا مسجد کی طرف آنا ہر قدم جو اسے مسجد کے قریب کرتا ہے اس کے درجے بڑھاتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ مسجد میں جا پہنچتا ہے۔ پھر جب تک وہ نماز کی خاطر مسجد میں بیٹھا رہتا ہے گویا نماز ہی میں مصروف سمجھا جاتا ہے۔ کئی دفعہ بعض مجبوریوں سے نماز باجماعت دیر سے پڑھانی پڑتی ہے۔ وہ لوگ جو مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ ان کا وقت ضائع ہو رہا ہے۔ اگر نماز کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں تو وہ اللہ کے نزدیک گویا نماز میں مصروف ہیں اور بظاہر عبادت نہیں کر رہے مگر ان کا تمام عرصہ مسجد میں موجود رہنا ان کے حق میں ایک عبادت کے طور پر لکھا جاتا ہے اور فرشتے اس پر درود بھیجتے ہیں اور کہتے ہیں اے اللہ اس پر رحم کر، اے اللہ اس کو بخش دے، اس کی توبہ کو قبول کر۔ یہ دعائیں اس وقت تک ہوتی رہتی ہیں جب تک وہ، آگے ترجمہ غلط کیا ہوا ہے اور یہ مضمون میں آپ کے سامنے کھول کے رکھنا چاہتا ہوں کہ 'یُحدِثُ' کے الفاظ کا ترجمہ صرف وضو توڑنا کر دیا گیا، یہ بالکل غلط ہے۔ اس مضمون سے اس کا کوئی تعلق ہی نہیں۔ 'اس وقت تک وہ اس کے حق میں دعائیں قبول ہوتی ہیں جب تک وضو نہ ٹوٹ جائے'۔ اس بے چارے کا کیا قصور۔ اگر اتفاق سے وضو ٹوٹ جائے تو دعائیں مقبول ہونی بند ہو گئیں؟۔ ترجمہ کرنے والے یہ بات سوچتے نہیں اگر وہ کوئی اچھی سی ڈکشنری اٹھاتے اس میں لفظ "اَحدَثَ یُحدِثُ" کا مضمون پڑھتے تو صاف بات کھل جاتی کہ ہر وہ حرکت جو نامناسب ہو، جو خدا کی طرف سے توجہ پھیر دے وہ احداث ہے اور گناہ بھی اس میں شامل ہیں گناہ کے خیالات بھی اس میں شامل ہیں۔ پس 'یُحدِث' کا مطلب یہ ہے کہ بظاہر وہ عبادت کے انتظار میں مسجد میں بیٹھا ہوا ہے مگر بعض ایسی باتیں کرتا ہے جو احداث کا مضمون رکھتی ہیں۔ اگر وہ باتیں شروع کر دیتا ہے کسی سے اور اردگرد بیٹھے ہوئے لوگوں کے ذکر الٰہی میں مخل ہو جاتا ہے تو اس کے حق میں فرشتوں کی یہ دعائیں کیوں قبول ہونگی کہ اے اللہ اس کو بخش دے، اے اللہ اس کی توبہ قبول کر۔ تو 'یحدث' کا جو اصل مضمون عربی لغت سے ملتا ہے وہ یہ مضمون ہے جس نے سارا مسئلہ حل کر دیا ورنہ ایک بہت ہی عجیب سی بات دکھائی دیتی کہ مسجد میں لوگ نعوذباللہ من ذٰلک ہوائیں چھوڑ رہے ہیں اور اسی وقت ان کے متعلق دعائیں ختم ہو گئیں۔ ہوائیں مسجد میں چھوڑنا بھی احداث کا ایک حصہ ہے۔ یعنی انسان کا فرض ہے کہ مسجد میں کوئی بدبو نہ پھیلائے جس سے لوگوں کو تکلیف پہنچے۔ اگر اسے اٹھ کے باہر جانا ہے تو اسے باہر جانا چاہئے۔ لیکن یُحدِث کا یہ مطلب نہیں ہے جو عام ترجمے میں ملتا ہے۔ یحُدِث کا مطلب ہے وہ ایسی نامناسب بات کرے جو اسے اللہ سے دور کرنے والی ہو۔ جب وہ ایسی نامناسب بات کرے گا تو فرشتوں کی دعائیں اس کے حق میں مقبول ہونی بند ہو جائیں گی۔

پس مسجد میں آنے والوں کے لئے میں اسی مضمون پر اب اس خطبے کو ختم کرتا ہوں کہ اپنے مسجد میں آنے کا حساب کیا کریں اور کوشش کریں کہ آپ کا مسجد میں آنا آپ کے لئے ہمیشہ درجات کی بلندی کا موجب بنا رہے۔ مسجد میں بیٹھنا بھی درجات کی بلندی کا موجب بنے۔ مسجد میں بیٹھ کر ایسی باتیں نہ کیا کریں کہ بظاہر نماز کا انتظار ہو رہا ہے لیکن ایک دوسرے سے ہنسی مذاق کی باتیں ہو رہی ہیں یا اپنے مشاغل کی باتیں ہو رہی ہیں جو سارا ثواب ضائع کر دیں گی۔ پس جو اعلیٰ درجے کے مضامین حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے بیان فرمائے ہیں ان پر غور کر کے ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

خلافت احمدیہ کی اہمیت

مکرم ہادی علی چوہدری صاحب لندن

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ
قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ
وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ
لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (سورة النور 24 : 56)

اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان لانے والوں اور عمل صالح کرنے والوں سے یہ وعدہ کرتا ہے کہ وہ ان کو زمین میں اسی طرح خلافت عطا کرے گا جس طرح پہلے لوگوں کو اس نے خلافت عطا کی تھی اور جو دین اس نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے وہ اس کو ضرور مضبوط بنائے گا اور ان کے خوف کی حالت کو امن میں بدل دے گا ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ میری عبادت کریں گے اور کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرائیں گے ۔ اور جو کوئی اس کے بعد انکار کرے گا وہ فاسقوں میں سے ہوگا ۔

خلافت علیٰ منہاج النبوۃ اور خلافت راشدہ کا جو دور حضرت علیؓ پر ختم ہوا وہ دور امت مسلمہ کے لئے عظیم برکتوں اور عظمتوں سے معمور دور تھا ۔

خدا تعالیٰ کی طرف سے خلافت کا یہ وعدہ مومنوں کے ایمان اور عمل صالح سے مشروط تھا ۔ یہ وہ ایمان ہے جو خدا تعالیٰ نبی کے ذریعہ مومنوں کے دلوں میں قائم فرماتا ہے اور مومن اس کی بنیاد پر اعمال صالحہ کی عمارت قائم کرتے ہیں ۔ ان میں پھر نبی کے بعد خدا تعالیٰ خلافت کو قائم فرماتا ہے ۔ گویا ان میں اس خلافت کا قیام ان کے ایمان اور عمل صالح کی تصدیق ہوتی ہے ۔ قیام خلافت کے ذریعہ خدا تعالیٰ اس مومنین کی جماعت کے خوف کو امن میں بدلنے اور ان کے دین کو مستحکم اور مضبوط کرنے کی ضمانت بھی دیتا ہے ۔ اسی طرح ان کے اندر عبادت اور توحید کے قیام کی بھی نگرانی فرماتا ہے اور اس جماعت کو شرک سے محفوظ رکھتا ہے ۔

شرک سے حفاظت

معزز قارئین ! قبل اس کے کہ اس مضمون کو آگے بڑھایا جائے شرک سے حفاظت کے پہلو کا ایک زاویہ آپ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے ۔ یعبدو ننی لا یشرکون بی شیئاً میں خدا تعالیٰ نے ہر مومن کے انفرادی طور پر شرک سے محفوظ رہنے کی بھی ضمانت دی ہے اور بحیثیت جماعت اجتماعی لحاظ سے بھی انہیں شرک سے محفوظ رکھنے کا وعدہ فرمایا ہے ۔ اس مضمون کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام مزید کھولتا ہے ۔ جس میں خدا تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا کہ

" فری میسن مسلط نہیں کئے جائیں گے "

یعنی اس جماعت کا بھروسہ اور توکل صرف اور صرف خدائے واحد و یگانہ پر ہوگا اور دنیا کی کوئی پارٹی ، کوئی فری میسنری ، کوئی حکومت اور کوئی طاقت اس جماعت پر غالب نہیں آسکے گی ، اس پر تسلط نہیں کر سکتی ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا قیام ہوگا اور اس خلافت کا سائبان اسے خدا تعالیٰ کی سوا ہر دوسرے سائے سے محفوظ رکھے گا ۔

چنانچہ اپنی نظروں کو چاروں طرف دوڑائیں ۔ کرہ ارض پر صرف اور صرف خلافت سے وابستہ جماعت ، مسیح پاکؑ کی جماعت ہی دکھائی دے گی جو کسی بھی بیرونی طاقت یا تحریک کے اثر سے کلیتاً پاک ہے ۔
اس کے علاوہ آپ کو کوئی ایسی مذہبی جماعت نظر نہیں آئے گی جو کسی سیاسی پارٹی ، تحریک ، ملک یا طاقت کے زیر سایہ نہ ہو ۔ مسلمانوں کی کوئی ایک تنظیم بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتی کہ وہ اپنی مالی ضروریات اپنے افراد کے مالی جہاد یا انفاق فی سبیل اللہ کے عمل سے پوری کرتی ہے ۔ چنانچہ جب یہ تنظیمیں کسی دوسرے کے آگے کاسۂ گدائی دراز کرتی ہیں تو خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کو اپنا رازق تسلیم کر لیتی ہیں اور پھر کشکول بھرنے والی طاقتوں کے مفاد کی خاطر کام کرنے پر مجبور ہوجاتی ہیں ۔ چنانچہ آج کسی تنظیم کو سعودیہ اور کویت کی حکومتیں مدد دیتی ہیں تو کسی کو لیبیا کی ۔ کسی کو عراق کی حکومت مدد دیتی ہے تو کسی کو ایران کی ۔ آگے یہ حکومتیں خود بھی کسی نہ کسی بڑی طاقت کا آلہ کار ہوتی ہیں ۔ بہر حال وہ تنظیمیں ان رازق اور کارساز طاقتوں کے اشاروں پر کھیلنے لگتی ہیں ۔ اور فری میسن اور دوسری منفی طاقتوں کے قبضہ میں آجاتی ہیں ۔

اس کے بر عکس روئے زمین پر صرف اور صرف جماعت احمدیہ ایک ایسی مذہبی جماعت ہے جس میں خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہے ۔ یعنی

اس کی سچائی کو نبوت کی کسوٹی پر پرکھا جاسکتا ہے ۔ اس کا قیام نبوت کی سر زمین پر ہے ۔ خدا تعالیٰ خود اس کی حفاظت کرتا ہے اور خود اس کی رہنمائی فرماتا ہے ۔ اسی خلافت کی برکت سے اور اس کی سرپرستی کی وجہ سے جماعت احمدیہ کلی طور پر خدائے واحد و یگانہ کے علاوہ کسی بھی مصنوعی طاقت کے تسلط سے پاک ہے ۔ وہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی دوسری طاقت کی مرہون منت نہیں ، نہ کسی جھوٹے خدا کے زیر بار ہے نہ کسی کی محتاج ہے ۔ جہاں یہ جماعت اپنے مالی وسائل اپنے افراد جماعت کے مالی جہاد اور انفاق فی سبیل اللہ کے عمل کے ذریعہ حاصل کرتی ہے اور اپنی دینی و ملی ضروریات پوری کرتی ہے وہاں ہزاروں کی تعداد میں مخلص اور فدائی محض للہ ، اخلاص کی بناء پر رضا کارانہ طور پر اپنے اوقات عزیز کا بے شمار حصہ جماعت کی خدمت اور اس کے کاموں کے لئے صرف کرتے ہیں ۔ پس یہ خلافت ہی ہے جس کے ذریعہ خدا تعالیٰ نبی کی قائم کردہ جماعت کو دوسری طاقتوں سے بے نیاز کر دیتی ہے ۔ اور ان میں یعبدوننی لا یشرکون بی شیئاً کا وعدہ پورا فرماتا ہے ۔

خلافت کی اہمیت

خدا تعالیٰ خلافت کے ذریعہ ایمان ، عمل صالح ، امن اور دین کے استحکام عبادت کے قیام اور شرک سے حفاظت کی ضمانت دیتا ہے ۔ یہی وہ بنیادی امور ہیں جن کی وجہ سے مومنوں کی جماعت ایک طرف خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت کو جذب کرتی ہے اور دوسری طرف دنیا میں عظمت ، عزت اور غلبہ حاصل کرتی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ جب خلافت راشدہ امت سے اٹھائی گئی تو اس وقت بھی اور بعد میں بھی حتیٰ کہ آج تک اس کی ضرورت اور اہمیت کو بڑی شدت اور بے قراری سے محسوس کیا گیا ۔ چنانچہ احیائے خلافت کی بے ثمر اور بے نتیجہ تحریکوں میں سے ایک تحریک کے داعی چوہدری رحمت علی صاحب اپنی کتاب " دارالسلام " میں رقمطراز ہیں ۔

" نفاذ و غلبہ اسلام اور وجود و قیام خلافت لازم و ملزوم ہیں ۔ با الفاظ دیگر جیسے دن سورج کا محتاج ہے اور بغیر اندھیرے کے رات کا تصور نا ممکن ہے ۔ اسی طرح خلافت معرض وجود میں ہوگی تو اسلام کا نفاذ و غلبہ ممکن ہوگا ۔ ورنہ

این خیال است و محال است و جنون

نیز تاریخ مزید ثبوت مہیا کرتی ہے کہ جب خلافت اپنے عروج پر تھی ۔ اسلام کا بھی وہی سنہری دور تھا ۔ جونہی خلافت کا آفتاب مہتاب دھندلانے لگا ۔ ٹھیک اسی وقت اسلام والوں کا سورج نصف النہار سے نیچے لڑھکنے لگا ۔ حتیٰ کہ وہ وقت آکے رہا کہ دوسرے ادیان ، باطل کا علم بردار ہوتے ہوئے بھی غالب ٹھہرے ، جب کہ دین حق کے پیرو کار اپنی کاہلی و بے حسی کی وجہ سے محکوم و مجبور ۔ خلافت قائم تھی تو مرکزیت حاصل تھی ۔ خلافت گئی تو انتشار و طوائف الملوکی نے ڈیرے آجمائے ۔ خلافت تھی تو جملہ ذرائع و وسائل مجتمع تھے ۔ خلافت عنقا ہوئی تو وسائل و ذرائع کی فراوانی بھی بے معنی و بے اثر ہوکر رہ گئی ۔ خلافت تھی تو ہر ملک ، ملک مااست کہ ملک خدائے ما است ، والا منظر تھا ۔ لیکن خلافت گئی تو محرومی و مجبوری بلکہ غلامی مسلمانوں کا مقدر بن گئی ۔ "

(رحمت علی ، چوہدری ۔ دارالسلام ۔ اچھرہ ، لاہور : عمران پبلی کیشنز ، 1985ء)

نعمت خلافت کو کھونے کے بعد جب ہوش آئی تو اس کی برکتوں کو تلاش کرنے کے لئے بیتابی اور بے قراری بڑھنے لگی اور خلافت کے احیاء کے لئے کئی بے قرار بلکہ مجنونانہ تحریکیں اٹھیں ۔ لیکن یہ ایک تلخ تاریخ ہے کہ جو بھی تحریک اٹھی وہ امت کے لئے اتحاد و تمکنت کی بجائے افتراق و نقصان کا موجب بنی ۔ جو بھی تحریک اٹھی وہ خلافت کے قیام کے جذبہ سے تو سرشار تھی لیکن اس کے عرفان سے عاری تھی ان تحریکوں میں کہیں جہالت کی تاریکیاں تھیں تو کہیں خود غرضی کی پرچھائیاں ، کہیں ذاتی منفعتوں کی بو تھی تو کہیں اقتدار کی ہوس ۔ الغرض ان تحریکوں کے محرکات کی جتنی چھان پھٹک کریں ۔ اتنی زیادہ قباحتیں کھل کر سامنے آجاتی ہیں ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم کے بتائے ہوئے طریق کو اپنانے سے گریزاں تھیں ۔

راگ وہ گاتے ہیں جن کو آسماں گاتا نہیں

ماضی میں اٹھنے والی احیائے خلافت کی تحریکوں ، ان کی ناکامیوں ، اور نقصانات کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں وہ ایک ضخیم اور ناکامیوں کی گرد سے اٹی ہوئی کتاب ہے جسے نہ کھولنا ہی بہتر ہے لیکن جو تحریکیں فی زمانہ اٹھی ہیں ان کا مختصراً جائزہ اس لئے پیش کرنا ضروری ہے کہ یہ عرفان ہو سکے کہ وہ خلافت جو آسمان سے مومنین کے قلوب پر اترتی ہے ، جس خلافت کو خود خدا تعالیٰ قائم فرماتا ہے وہ کتنی روشن ، پرنور اور خداتعالیٰ سے تائید یافتہ ہے اور اس کے بر عکس وہ خلافت جو سطح زمین سے ابھرنے کی کوشش کرتی ہے کتنی قبیح ، بد شکل اور ناکام ہے ۔

یہاں قدرت ، وہاں در ماندگی ، فرق نمایاں ہے

چنانچہ ملاحظہ فرمائیں ۔ پاکستان کے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب جو تحریک خلافت پاکستان کے داعی اور تنظیم اسلامی کے امیر ہیں اور خلافت کا قیام اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں ، لکھتے ہیں ۔

" اول دور خود حضورؐ اور خلفائے راشدینؓ کا دور ہے ، جسے

خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کہا جاتا ہے اور قیامت سے پہلے آخری دور میں پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا نظام قائم ہوگا ۔ اس قول سے یہ بات ہمارے سامنے آتی ہے کہ حضورؐ نے اسلام کا نظام عدل اجتماعی جس طریقے سے قائم فرمایا تھا صرف اسی طریقے سے اب یہ نظام قائم ہو سکتا ہے ۔ وہ طریقہ یہ ہے کہ پہلے ہر شخص اپنی ذات میں اللہ کا خلیفہ بنے پھر اپنے گھر اور دائرہ اختیار میں خلافت کا حق ادا کرے ، اس کا تقاضہ پورا کرے اور جو لوگ یہ دو مرحلے طے کرلیں انہیں بنیان مرصوص بنا کر ایک نظم میں پرو دیا جائے اور پھر یہی لوگ باطل کے ساتھ ٹکرا جائیں ، میدان میں آکر منکرات کو چیلنج کریں اور اپنے سینوں میں گولیاں کھائیں کہ

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

ہم نہ تو توڑ پھوڑ کے قائل ہیں اور نہ ہی دنگا فساد کو صحیح سمجھتے ہیں ۔ کسی کی املاک کو نقصان پہنچانا بھی ہمارا کام نہ ہوگا ۔ ہم کسی پر گولی نہیں چلائیں گے بلکہ اپنے سینوں کو گولیوں سے چھلنی کروانے کے لئے کھول دیں گے کہ یا ہم نہیں یا کافر کا یہ نظام نہیں ۔ لیکن یہ مرحلہ اس وقت آئے گا جب ہمارے پاس طاقت ہوگی ۔ "

(ڈاکٹر اسرار احمد ۔ پاکستان میں نظام خلافت ، امکانات ، خدو خال اور اس کے قیام کا طریق ۔ لاہور : ناظم مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن ، صفحہ 32)

کہتے ہیں ۔ " ہر شخص اپنی ذات میں اللہ کا خلیفہ بنے " سوال یہ ہے کہ کیا خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے برگزیدہ کو ، نبی وقت کو رد کر کے کوئی خدا کا خلیفہ کس طرح بن سکتا ہے ۔ خلافت کے قیام کی پہلی شرط ہی خدا تعالیٰ نے ایمان رکھی ہے ۔ مامور زمانہ پر اگر ایمان ہی نہیں تو خلافت کی تمنا عبث ہے ۔

پھر کہتے ہیں ۔ " یہ مرحلہ اس وقت آئے گا جب ہمارے پاس طاقت ہوگی ۔ " اس قول میں آپ کو کہیں بھی اسلام کی روح نظر نہیں آئے گی بلکہ روح مودودیت جھانکتی نظر آئے گی ۔ جس نے سرکار دو جہاں ، شہنشاہ قدوسیاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم کی تاثیرات روحانیہ اور قوت قدسیہ کو اپنے ایسے ہی مردود خیالات کے غبار سے ڈھانپنے کی کوشش کی تھی اور کہا تھا کہ جو چیز طاقت اور زور کے بل بوتے پر قائم کی جائے وہ جسموں پر تو قائم ہو سکتی ہے روحوں میں وہ گھر نہیں کر سکتی ۔ البتہ دل اور روح اگر ایمان اور عمل صالح سے معمور ہوں تو ان میں خدا تعالیٰ کی بادشاہت اور خلافت اتر سکتی ہے ۔ آگے دیکھیں یہی صاحب کس طرح خود غرضی کا دامن پکڑ کر آگے چلتے ہیں ۔ لکھتے ہیں :

" نظام خلافت کیسے قائم ہوگا ؟ کس تدریج سے قائم ہوگا ؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے بھی پہلے اسے سر زمین عرب میں قائم کیا پھر وہ تدریج کے ساتھ آگے پھیلتا چلا گیا ۔ اب بھی کسی ایک ملک سے ہی آغاز ہوگا ۔ یہ ملک کونسا ہوگا ۔ ہم حتمی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتے ۔ مسلمانوں کی گذشتہ چار سو سال کی تاریخ کے جائزے سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پاکستان کی سرزمین کو نظام خلافت کے احیاء کے لئے پسند فرمایا ہے ۔ "

(ڈاکٹر اسرار احمد ۔ پاکستان میں نظام خلافت ...)

پھر لکھتے ہیں ۔

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے بھی پہلے اسے سر زمین عرب میں قائم کیا پھر وہ تدریج کے ساتھ آگے پھیلتا چلا گیا ۔ اب بھی کسی ایک ملک سے ہی آغاز ہوگا ۔ "

یعنی یہ یقینی بات ہے کہ کسی ایک ملک سے ہی آغاز ہوگا ۔

قصہ مشہور ہے کہ ایک دفعہ کسی کے گھر چوری ہوئی ۔ صبح جب پولیس آئی تو اس کو دیکھ کر بہت سے لوگ بھی ارد گرد جمع ہوگئے اور قیافہ آرائیاں کرنے لگے ۔ اس مجمع میں ایک بڑھیا بھی تھی جو گہری سوچ میں غرق تھی کہ اچانک بولی اور پولیس انسپکٹر کو مخاطب ہو کر کہنے لگی مجھے علم ہے کہ کس نے چوری کی ہے ۔ پولیس انسپکٹر اور سارا مجمع حیرانی اور تجسس بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا کہ ابھی یہ کوئی انکشاف کرے گی ۔ انسپکٹر پولیس فوراً پوچھنے لگا کہ بتاؤ کون ہے ؟ تو اس نے نہایت اطمینان سے جواب دیا مجھے پورا یقین ہے کہ یہ ضرور کسی چور کا کام ہے کسی اور کا نہیں ۔

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سے پوچھیں تو بڑے اطمینان سے بتاتے ہیں کہ خلافت کے قیام کا آغاز کسی ایک ملک سے ہی ہوگا ۔ یہ تو انہوں نے کہہ دیا لیکن پھر خیال آیا اس سے لوگوں کی توجہ کسی اور اسلامی ملک کی طرف مبذول ہوگئی تو دوبارہ مشکل پڑ جائے گی چنانچہ فوراً گویا ہوئے کہ

" مسلمانوں کی گذشتہ چار سو سال کی تاریخ کے جائزے سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پاکستان کی سرزمین کو نظام خلافت کی احیاء کے لئے پسند فرمایا ہے ۔ "

اس طرح یہ اپنی مزعومہ خلافت کو پاکستان تک کھینچ لائے لیکن پھر ڈرے کہ معاملہ کہیں بکھر ہی نہ جائے پاکستان میں بھی تو کئی تنظیمیں ہیں ۔ ایسا نہ ہو کہ ان کا تیار کردہ پلان کوئی اور اچک لے اور ان کی اسکیم دھری کی دھری رہ جائے ۔ چنانچہ یہ بات کو اور آگے بڑھاتے ہوئے ذرا پلیٹ کر لکھتے ہیں کہ

" اس کے لئے انقلابی عمل ناگزیر ہے جسے میں بار بار دہراتا ہوں تاکہ ذہنوں میں یہ بات راسخ ہوجائے اور اس کا عمومی طریقہ یہی ہے کہ جو انقلابی پارٹی ہوگی اور ہو سکتا ہے کہ وہ تنظیم اسلامی ہو ۔ اللہ کرے یہ کام ہمارے ہاتھوں ہو جائے یا اگلی نسل کے ہاتھوں ہو ۔ جو بھی ہونگے یہ ان کی ذمہ داری ہوگی کہ پہلے حکومت بنائیں ۔ "

(ڈاکٹر اسرار احمد ۔ نظام خلافت ... صفحہ 35)

لکھا ہے ۔ " ہو سکتا ہے وہ تنظیم اسلامی ہو ۔ اللہ کرے یہ کام ہمارے ہاتھوں ہو جائے ۔ " ان کی اس تمنا کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کتاب کے سر ورق کو دیکھیں تو وہاں لکھا ہے ۔ " ڈاکٹر اسرار احمد ۔ داعی تحریک خلافت پاکستان اور امیر تنظیم اسلامی " ۔ ڈاکٹر صاحب اتنی دور کی جو کوڑی لائے ہیں ، سیدھی بات کرتے کہ خلافت کا مجھ سے زیادہ کون اہل ہو سکتا ہے ۔ مجھے خلیفہ مان لو میں ہی اس کا مستحق ہوں ۔

کہا جاتا ہے کہ ایک گاؤں میں ایک دفعہ چند پریاں اتریں ۔ گاؤں کے لوگ ان کے سراپا کو دیکھ کر دنگ رہ گئے اور ان کو پکڑنے کے لئے لپکے ۔ جب پریوں نے یہ دیکھا تو وہ بھاگ گئیں اور ایک دیوار کی اوٹ سے غائب ہو گئیں ۔ جب لوگ اس دیوار کی اوٹ میں پہنچے تو پریاں غائب تھیں البتہ چند گندی مندی بھیڑیں وہاں گھاس چر رہی تھیں ۔ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ ابھی یہاں پریاں آئی تھیں کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ کہاں گئیں ۔ اس پر بھیڑوں نے جواب دیا کہ پریاں تو ہم نے نہیں دیکھیں البتہ لوگ ہم پر ہی پری ہونے کا شک کرتے ہیں ۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ ہوسکتا ہے خلافت قائم کرنے والی انقلابی تنظیم اسلامی ہو ۔

خلافت کے قیام کے ایک دوسرے داعی چوہدری رحمت علی صاحب یہ بتاتے ہیں کہ اب خلافت کس طرح قائم ہو سکتی ہے ۔ لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے ایک بڑا کام تو یہ کیا کہ قرآن کی شکل میں ایک قانون اور دستور دیا ۔ پھر لکھتے ہیں یہ

" دستور دینے کے ساتھ ساتھ جو دوسرا بڑا کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے کیا وہ قبائلی سرداروں ، جو اپنی علیحدہ علیحدہ ڈیڑھ انچ کی مسجدیں بنائے ہوئے تھے اور باہم و گر رہتے تھے سے اقتدار چھین کر ایک خلیفہ کے ہاتھ میں تھما دینے کا تھا ۔ اسلامی تاریخ میں خلافت کا معرض وجود میں آجانا دوسرا بڑا موڑ (Turning Point) تھا ۔ "

(ماھنامہ " سبق پھر پڑھ " اچھرہ ، لاہور : مرکزی تبلیغ اکیڈمی ۔ مدیر مسئول : چوہدری رحمت علی ۔ جلد 2 ، شمارہ 8 ، اگست 1992ء ، صفحہ 12)

آگے جاکر لکھتے ہیں ۔

" حیرت و تاسف تو اس بات پر ہے کہ آج کی دنیا میں صرف کفار و مشرکین ہی طاغوتی نظاموں کی سرپرستی نہیں کر رہے مسلمان بھی خلافت سے منہ موڑ کر ایسی ہی من مرضی کی حکومتیں رواں دواں رکھے ہوئے ہیں ۔ اس میں کیا شک کہ قرآن و سنت کے مطابق پوری اسلامی دنیا کا صرف ایک ہی خلیفہ (سربراہ) ہو سکتا ہے ۔ ہمارا مسلم دنیا کو مصنوعی بلکہ سازشی لکیروں سے تقسیم کر کے یہ درجنوں خود مختار مملکتیں معرض وجود میں لے آنا دین حق سے بر ملا رو گردانی ہے ۔ اس وقت پوری امت پر ایک خلیفہ کی بجائے جو درجنوں سربراہان مسلط ہیں شعوری یا غیر شعوری طور پر سب غصب کردہ پوزیشنوں پر قابض ہیں ۔ قرآن و سنت کی رو سے انہیں اس طور حکمرانی کرنے کا کوئی حق و جواز حاصل نہیں ۔ حقیقتاً ان تمام حکمرانوں نے وہی شکل اختیار کر رکھی ہے جو دور جہالت میں قبائلی سرداروں نے اختیار کر رکھی تھی اور جن سے اقتدار چھین کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے ایک خلیفہ کے سپرد کیا تھا ۔ قرآن و سنت سے ہماری یہ بڑی رو گردانی اس ذلت و رسوائی کا باعث بنی ہوئی ہے جس سے اس وقت امت مسلمہ دو چار ہے ۔

حل ایک ہی ہے کہ خلافت کی گاڑی جہاں سے پٹڑی سے اتری تھی وہیں سے اسے پھر پٹڑی پر ڈال دیا جائے ۔ واضح اور دو ٹوک تشخیص کے بعد امت کے تمام دکھوں کے لئے ایک ہی شافی نسخہ ہے کہ خلافت کو اس دنیا میں پھر بحال کر دیا جائے وقت گزرتا جا رہا ہے ۔ ہمارے وہ محترم بھائی جو آج کسی نہ کسی طور امت کی قیادت پر متمکن ہیں اور دور جہالت کے سرداروں کی طرف باہم و گر رہتے ہیں ، خلافت کو بحال کرنے کے سب سے زیادہ ذمہ دار ہیں ۔ پھر قائدانہ مناصب پر ہوتے ہوئے ان کے لئے بحالی خلافت کا کام قدرے آسان بھی ہے ۔ لہٰذا وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے سے پہلے اگر یہ کام کر جائیں تو انشاء اللہ قیامت کے دن اپنے رب کے ہاں سر خرو ہوں گے

(ماہنامہ " سبق پھر پڑھ " جلد 2 ، شمارہ 8 ، اگست 1992ء ، صفحہ 16)

ایک طرف یہ بتارہے ہیں کہ رسول اللہ ؐ نے دور جہالت کے قبائلی سرداروں کو ایک خلیفہ کے ہاتھ پر جمع کر دیا تھا اور دوسری طرف یہ بتارہے ہیں کہ مختلف ملکوں میں آج کے مسلمان حکمران بعینہٖ دور جہالت کے قبائلی سرداروں کی طرح ہیں ۔ دیکھیں کہ اب گنگا کس طرح الٹی بہتی ہے ۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے خلافت قائم فرمائی تھی اور اس کے ساتھ سرداروں کو منسلک کر دیا تھا اور آج یہ صاحب ان حکمرانوں کے سپرد وہ فریضہ کر رہے ہیں جو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ و سلم نے ادا فرمایا تھا اور ساتھ یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ یہ حکمران دور جہالت کے قبائلی سرداروں کی طرح کے حکمرانوں کی قائم کردہ خلافت کیسی ہوگی !

جو خلافت نبوت کی سر زمین سے ابھرتی ہے وہ علیٰ منہاج النبوۃ ہے اور جو چیز دور جہالت والے سرداروں کی کوکھ سے جنم لے گی اسے چاہے کچھ نام دیدیں ، جہالت اور قبائلی تفاخر کا ہی مرکب ہوگی - ان کی یہ تمنا ہے کہ اس مرکب کو خلافت سے تعبیر کر کے رائج کر دیا جائے - یہ سوچ ہی جاہلانہ نہیں ان کا بیان بھی گستاخانہ ہے - لکھتے ہیں - " خلافت کی گاڑی جہاں سے پٹڑی سے اتری تھی وہیں سے اسے پھر پٹڑی پر چڑھا دیا جائے "

حیرت ہے کہ جو خود پٹڑی سے اترا ہوا ہے وہ خلافت کو پٹڑی پر چڑھانے کی باتیں کر رہا ہے - ایسا شخص نہ خلافت کے مقام کو سمجھتا ہے نہ اس سے یہ توقع رکھی جاسکتی ہے کہ وہ اس کا احترام کرے - خلافت حقہ نہ کبھی پٹڑی سے اتری ہے نہ اتاری گئی ہے - ہاں وہ لوگ بے وقار ہو گئے جنہوں نے اس کا دامن چھوڑا چنانچہ وہ خود پٹڑی سے اتر گئے - خلافت حقہ جب تک رہی ہے راشدہ ہی رہی ہے -

یہی چوہدری رحمت علی صاحب خلافت کے قیام کا ایک اور طریق یہ بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے لئے تین صورتیں ممکن ہیں -

" اولاً اس وقت وہ تمام حکمران جو مختلف مسلم ممالک کی سر براہی پر متمکن ہیں خدا خوفی ، دانشمندی اور ایثار و قربانی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے آپ میں سے کسی ایک کو خلیفہ چن لیں ، باقی سب ان صوبوں کے گورنر بن جائیں جو اس وقت تو خود مختار مملکتیں ہیں لیکن خلافت کی شکل میں دارالسلام یعنی دنیا میں عظیم تر واحد اسلامی مملکت کے صوبوں کا روپ دھار جائیں گے - یہ طریق کار احسن تر اور آسان تر ہے - یوں ہو جانے سے اس دنیا میں اسلام والے غالب ہونگے اور آخرت میں بھی سر خرو - یہ کس حکمران سے مخفی ہے کہ اگر وہ یہ طریقہ از خود اختیار کرنے سے قاصر رہے تو بصورت دیگر بھی اسے ایک نہ ایک دن قیادت کو خیر باد کہنا ہے -

ثانیاً موجودہ مسلمان حکمرانوں میں سے کوئی اس قدر طاقت پکڑ لے یا ان میں سے بالفعل کسی کو اپنے ملک میں بطور خلیفہ نصب ہونے کا شرف حاصل ہو جائے کہ وہ دوسرے چھوٹے بڑے مسلم ممالک کو کسی نہ کسی طور ایک مملکت میں مدغم کر گزرے - اس کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں جن میں بہ رضاورغبت ، بذریعہ طاقت یا کوئی اور انداز جو بھی اس عظیم مقصد کو حاصل کرنے میں ممدو معاون ہو اختیار کیا جا سکتا ہے مقصد واضح تر ہوتا گیا تو بہ ظاہر یہ مشکل کام بھی آسان ہوجائے گا -

ثالثاً مندرجہ بالا دونوں صورتوں کے کارگر نہ ہونے کی صورت میں تیسری اور آخری صورت یہ رہ جاتی ہے کہ پوری اسلامی دنیا کے عوام جب دارالسلام کے قیام کو اپنا مطمح نظر بنالیں تو سڑکوں پر نکل آئیں اور ان جملہ سربراہوں کو مجبور کردیں کہ وہ ہر قیمت پر بحالی خلافت پر نہ صرف متفق ہوجائیں بلکہ ایسا بالفعل کر گذریں - یاد رہے ہر سہ صورتوں میں جو بیان ہوئیں پہلے چند ماہ تو جیسی تیسی ہوئی عارضی خلافت قائم ہوگی "

(رحمت علی ، چوہدری - خلافت ہمارے جملہ مسائل کا حل - اچھرہ ، لاہور : مرکزی تبلیغ اکیڈمی ، 1991ء ، صفحہ 111 - 112)

یہ ان کے خواب ہیں جن کی جاہلانہ تعبیروں کے یہ منتظر ہیں - یہ محض ان کی خود غرضانہ تعلیاں ہیں جن کا سنت اللہ سے دور کا بھی تعلق نہیں - آیت استخلاف میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے لیستخلفنھم ہم تم میں خلافت قائم فرمائیں گے - کہیں یہ نہیں لکھا کہ کسی تحریک کے ذریعہ خلافت قائم ہوگی - نہ کبھی ایسا ہوا ہے - اگر بفرض محال ہم ایک لحظہ کے لئے بھی ان کی بات مان لیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ایک حکمران طاقت پکڑتا ہے لیکن دوسرے ملک برضا ورغبت اس کے ساتھ مدغم ہونے کے لئے تیار نہیں ہوتے تو بقول ان کے حکمران طاقت کا سہارا لے گا - اگر وہ طاقت کا سہارا لیتا ہے تو دوسرے ممالک مل کر اس کو شکست سے دو چار کر دیں گے کیونکہ ان میں سے ہر ایک کو اس سے خطرہ ہوگا - یا پھر کسی بڑی طاقت کی مدد سے اس کی پٹائی کر دی جائے گی جس کی مثال 1992ء کی خلیج کی جنگ کی صورت میں سامنے آچکی ہے - بعینہ اسی طرح خلافت کا علمبردار حکمران پٹ کر رہ جائے گا اور چوہدری رحمت علی صاحب کی بے ڈھنگی نامعقول خلافت قائم ہونے کے بجائے زندہ در گور ہو جائے گی اور امت کو ایک اور بڑے نقصان کا سامنا کرنا پڑے گا -

پھر وہ کہتے ہیں -
" اگر یہ صورت کار گر نہ ہو تو آخری صورت یہ رہ جاتی ہے کہ عوام سڑکوں پر نکل آئیں اور جملہ سربراہوں کو مجبور کردیں کہ وہ نہ صرف قیام خلافت پر متفق ہوں بلکہ بالفعل ایسا کر گزریں - "

ان کے اس پروگرام کے پیش نظر پاکستان کو مثال کے طور پر سامنے رکھیں - اس کے حکمران جو خلافت کے قیام پر آمادہ نہیں کیا عوام کو سڑکوں پر برداشت کریں گے ؟ کسی بھی مذہبی یا سیاسی کشمکش کے لئے عوام جب سڑکوں پر نکلے تو مار دھاڑ ، توڑ پھوڑ اور جلاؤ گھیراؤ کے علاوہ

کیا ہاتھ آیا - چنانچہ اب بھی جب عوام سڑکوں پر نکلیں گے تو کوئی نئی چیز بہر حال سامنے نہیں آئے گی - لیکن اس سے قطع نظر کہ ایسے جلوس کے ساتھ کیا ہوگا ، کیا نہیں ہوگا ، اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ اس عمل سے کسی قسم کی خلافت قائم ہو بھی جائے اور چوہدری رحمت علی صاحب کو مثلاً خلیفہ بنا بھی دیا جائے تو وہ بھی تو عوام الناس کے رحم و کرم پر ہی رہیں گے کیونکہ کل ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے اکسانے پر وہ پھر سڑکوں پر نکل آئیں گے اور انہیں خلیفہ بنادیں گے اور یہ ڈرامہ اسی طرح دہرایا جاتا رہے گا اور تعمیر کے بجائے تخریب کی راہیں فراخ اور کشادہ تر ہوتی چلی جائیں گی - ویسے بھی یہ کہتے ہیں کہ " چند ماہ جیسی تیسی ہوئی عارضی خلافت ہوگی " لیکن جو طریق کار بتاتے ہیں اس سے تو یقیناً عارضی خلافت بار بار قائم ہوتی رہے گی -

یہ مدعیان قیام خلافت صرف خلافت کے قیام کی ہی ترکیبیں نہیں بتاتے ہیں بلکہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ جب کوئی خلیفہ بن جائے تو اس سے جان کس طرح چھڑانی ہے - چنانچہ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کہتے ہیں -

" خلیفہ جو براہ راست منتخب ہوگا جتنی اس کی مدت ہے چار سال یا پانچ سال اتنی مدت وہ رہے گا - الا یہ کہ قانون کے مطابق اس کی معزولی کا جواز پیدا ہوجائے - "

(ڈاکٹر اسرار احمد - نظام خلافت ... صفحہ 38)

ان سے کسی نے پوچھا -

س : ایک خلیفہ پر سے اگر عوام کا اعتماد اٹھ جائے تو اس کی تبدیلی کا کیا طریقہ ہوگا ؟ اس پر انہوں نے فرمایا -

ج : " وہ تو میں نے بتا ہی دیا ہے کہ جب ہم نے یہ طے کر لیا کہ اس کی مدت چار سال یا پانچ سال کی ہے تو ٹرم (Term) پوری کرنے کے بعد دوبارہ الیکشن ہونے ہی ہیں - خلافت راشدہ میں تو یہ تھا کہ ایک شخص منتخب ہوگیا اور تادم مرگ وہ خلیفہ رہا - لیکن یہ آپ پر واجب نہیں کیا گیا کیونکہ ایک ٹرم معین کر دینا حرام نہیں - دوسرا معاملہ عوام کا اعتماد اٹھنے کا نہیں ، بلکہ معزولی کا ہے - اگر آپ اسے معینہ مدت کے اندر معزول کر دیتے ہیں تو ہٹ جائے گا ورنہ نہیں - "

(ڈاکٹر اسرار احمد - نظام خلافت ... صفحہ 38 - 39)

یعنی آپ اسے معزول کر دیتے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ وہ مسلط رہے گا اور ان کا الیکشن اکارت جائے گا اور چار پانچ سال کی ٹرم کی تعین بھاڑ میں جائے گی - کہتے ہیں کہ تادم مرگ خلیفہ رہنا آپ پر واجب نہیں کیا گیا کیونکہ ایک ٹرم معین کردینا حرام نہیں ہے - یہاں سوال حلال و حرام کا نہیں - سوال یہ ہے کہ آپ کو اختیار کس نے دیا ہے کہ خلافت کے قیام کے پروگرام بنائیں اور اس کی ٹرم معین کریں - یہ صرف خدا تعالیٰ کا کام ہے کہ وہ کب ، کہاں اور کن میں خلافت قائم کرے اور کس کو خلیفہ بنائے - اور آپ کو تو خدائی کے اختیارات نہیں ملے -

اب چوہدری رحمت علی صاحب کی بھی سنیئے - وہ فرماتے ہیں -

" منصب خلافت پر متمکن رہنے کی تین پانچ سال وغیرہ کی کوئی قید نہیں - خلیفہ دو ہی صورتوں میں معزول و برخاست کیا جا سکتا ہے - ایک تو اس صورت میں کہ وہ قرآن معیار اہلیت سے محروم ہوجائے اور دوسرے اس صورت میں کہ وہ ذاتی وجوہات کی بناء پر اس منصب جلیلہ کی ذمہ داریاں نبھانے سے خود معذرت کر لے - "

(رحمت علی ، چوہدری - خلافت ہمارے جملہ مسائل کا حل ، صفحہ 35)

کوئی ان سے پوچھے کہ اگر وہ قرآنی معیار اہلیت سے محروم ہوتا ہے تو اس کا فیصلہ کون کرے گا کہ وہ معیار سے گر گیا ہے - غالباً یہ اختیار وہ خود اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں تاکہ اس خلیفہ کے اوپر یہ خود سپر خلیفہ کے طور پر بیٹھ جائیں کیونکہ معیار اہلیت سے محرومی کا فیصلہ کرنے والا بہرحال اس سے بالا اور اعلیٰ ہونا ضروری ہے جو اس سے بلند مقام پر فائز ہو - یہ الگ بحث ہے کہ خلیفہ سے بڑا یا نبی ہو سکتا ہے یا خدا تعالیٰ کی ذات ہے - اور سوائے خدائے واحد و یگانہ کے خدائی مقام پر کوئی فائز نہیں ہو سکتا اور نبوت کے ہوتے ہوئے خلافت کا تصور نہیں ہوتا - نبوت کے بعد اس کا قیام ہوتا ہے اس لئے خلیفہ سے بڑا صرف خدا ہی ہو سکتا ہے - کوئی اور نہیں - لیکن اصل سوال پھر اپنی جگہ قائم رہتا ہے کہ اگر وہ خلیفہ جو ان کے لائحہ عمل کے مطابق ہنگاموں اور جلوسوں کے بعد بنے گا ، قرآنی معیار اہلیت سے محروم بھی ہو جاتا ہے لیکن خود سے منصب سے ہٹنے کا نام بھی نہیں لیتا تو پھر ہنگامے - مارکٹائی - توڑ پھوڑ اور پھر اسی عمل کا اعادہ ہوگا جس کے لئے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب بڑے جذباتی ہوکر نعرہ زن ہوئے تھے کہ " یہی لوگ باطل کے ساتھ ٹکرا جائیں ، میدان میں آکر منکرات کو چیلنج کریں اور اپنے سینوں پر گولیاں کھائیں کہ

شہادت ہے مطلوب و مقصود و مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

(ڈاکٹر اسرار احمد - نظام خلافت ... صفحہ 32)

یہاں یہ دلچسپ بات بھی نکل آئی کہ کل جس خلافت کو انہوں نے اللہ کی خلافت قرار دے کر قائم کیا تھا ، آج ٹرم پوری ہونے کے بعد وہی

باطل ہوگئی اور اسی سے ٹکرانے کے لئے پھر اس جماعت کو اکسانا پڑا ۔ پس یہ عجیب خلافت ہے کہ ایک دفعہ اس کے قیام کے لئے عوام کو سڑکوں پر لایا جائے گا اور دوسری دفعہ اس کی معزولی کے لئے سینے پر گولیاں کھائی جائیں گی ۔

خلافت نبوت کا تتمہ ہے

اصل بات یہ ہے کہ جب تک یہ خداتعالیٰ کے بتائے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے پیش کئے ہوئے طریق کو نہیں اپناتے جہالت ، تاریکیاں اور ناکامیاں ان کا دامن نہیں چھوڑ سکتیں ۔

اللہ کی خلافت ہر دور میں وقت کے نبی کے ذریعہ زمین پر نازل ہوتی رہی ہے ۔ پھر نبوت اس خلافت کو مومنوں کے دلوں میں قائم کرتی ہے ۔ جس پر نظام خلافت قائم ہے ۔ پھر اس نظام کو اور اس خلافت کو خلفاء نے مومنوں کے دلوں میں گہرا اور پختہ کیا ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا ہے ۔ ماکانت النبوۃ قط الا تبعتھا خلافۃ کہ ہر نبوت کے بعد خلافت کا قیام ہے ۔ نبوت کے بغیر خلافت کا قیام ممکن نہیں ۔

اس زمانہ میں خداتعالیٰ نے اپنے پاک مسیح اور مہدی کو اس دنیا میں نبی بنا کر بھیجا ہے جس کی خبر ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم نے دی تھی ۔ اور اس کو بار بار نبی قرار دیا جیسا کہ مسلم کی مشہور حدیث میں بھی اس کا ذکر ہے ۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ اس کے غلبہ کاکام اسی مہدی اور مسیح کے سپرد فرمایا ہے کسی اور تنظیم یا حکومت کے سپرد نہیں کیا گیا ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی پیشگوئیوں کے مطابق اس آنے والے نبی پر ایمان لانے والوں میں خدا تعالیٰ نے خلافت کا وعدہ پورا کیا ہے ۔ ان کے علاوہ اور کسی سے یہ وعدہ نہیں اور کوئی اور اس کا اہل نہیں سب سے بڑا عمل صالح وقت کے مامور پر ایمان لانا ہے لہذا وہ جنہوں نے اس پہلی سیڑھی پر ہی قدم نہیں رکھا اور وقت کے مامور کو رد کر دیا ان میں خداتعالیٰ اپنا یہ وعدہ کس طرح پورا کر سکتا ہے ۔ وہ مصنوعی خلافت کے قیام کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا لیں ۔ نہیں قائم کر سکتے ۔ کیونکہ یہ خلافت ایمان کی بنیاد پر استوار ہوتی ہے ۔ وقت کا نبی مومنوں کے دل میں خداتعالیٰ کی خلافت کا بیج بوتا ہے اور ایمان کے پانی سے اس کی آبیاری کرتا ہے صرف اس سر زمین پر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا نظام قائم ہوتا ہے ۔

اس زمانہ میں یہی خلافت خداوندی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ آسمان سے اتری ہے ۔ مسیح پاک کی جماعت کا ہر دل اور ہر روح اس آسمانی خلافت کی امین ہے ۔ وہ دل اور وہ روح جس قدر ایمان ، اخلاص ، وفا اور اعمال صالحہ میں ترقی اور پختگی اختیار کرتے ہیں ان کے اندر خلافت خداوندی کی بنیادیں مضبوط اور گہری ہوتی چلی جاتی ہیں ۔ ان بنیادوں پر منتخب ہو کر جو خلافت قائم ہوتی ہے وہ علیٰ منہاج النبوۃ ہے ۔ اس کی صداقت کو نبوت کی صداقت کا معیار حاصل ہے ۔ اس خلیفہ کی خداتعالیٰ تائید کرتا ہے ۔ اس کے سر پر روح القدس کا سایہ ہوتا ہے ۔ اور خداتعالیٰ کی نصرت اور رحمت کی ہوائیں اس کے منصوبوں کی تکمیل پر مامور ہو جاتی ہیں ۔ جس طرح خداتعالیٰ انبیاء کی صداقت کی دلیل یہ بیان فرماتا ہے ۔

إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ﴿٥٢﴾

(سورۃ المومن 40 : 52)

کہ ہم اپنے پیغمبروں اور ان پر ایمان لانے والوں کی اس دنیا میں بھی نصرت کرتے ہیں اور آخرت میں بھی ۔ اسی طرح سچے اور برحق خلفاء کی بھی خداتعالیٰ نصرت فرماتا ہے ۔ اس کی تائیدونصرت ان کی خلافت کا طرہ امتیاز ہے ۔

آج اس تائید و نصرت خداوندی کی مورد صرف اور صرف ایک ہی خلافت ہے جو مسیح موعود اور مہدی معہود علیہ السلام کے ذریعہ دنیا میں قائم ہوتی ہے ۔ دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی اس خلافت کو ناکام تو کیا دھندلا تک نہیں کر سکتیں ۔ کیونکہ اس کے ساتھ خدا تعالیٰ کی نصرت کے وعدے ہیں اور اس کی پشت پر خدا کا قوی ہاتھ ہے ۔

اس کے مقابل پر اگر دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی کسی خلافت کے قیام کے لئے زور لگا لیں وہ قائم نہیں کر سکتیں ۔ ہاں اگر وہ کسی کو خلیفہ قرار دے بھی لیں تو خداتعالیٰ کو کس طرح مجبور کر سکتے ہیں کہ وہ اس کی تائید کرے ۔

خداتعالیٰ کی تائید صرف اور صرف اس سے وابستہ ہے جو اس کی طرف سے آیا ہو اور اس کا معاون و مدد گار بن جائے کیونکہ وہ آسمانی خلافت پر ایمان لاتا ہے ۔ لیکن سطح زمین سے اٹھنے والی نام نہاد خلافت خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت سے دور اور مہجور رہتی ہے ۔

ایسے لوگ جب تک اس زمانہ کے نبی ، مامور من اللہ پر ایمان نہیں لاتے ۔ جب تک وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم کی پیشگوئیوں کے مطابق آنے والے مسیح اور مہدی پر ایمان لا کر اس کی پاک جماعت میں داخل نہیں ہو جاتے وہ خلافت کی برکتوں سے محروم رہیں گے اور جہالت کی تاریکیاں ، یاس اور ناکامیاں ان کا مقدر رہیں گی ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے یہ جو فرمایا ہے کہ ماکانت النبوۃ قط الا تبعتھا خلافۃ - کہ کوئی نبوت ایسی نہیں جس کے بعد خلافت نہ قائم ہوئی ہو ۔ اس کا منطوق اور لازمی نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے کہ آخری

زمانہ میں جس خلافت علیٰ منہاج النبوۃ نے قائم ہو جانا تھا اس نے بھی نبوت کی اتباع میں ہی قائم ہونا تھا ۔ اس کا قیام کسی تنظیم اسلامی یا تحریک خلافت یا چوہدری رحمت علی یا ڈاکٹر اسرار احمد کا کام ہی نہیں ۔ یہ کون ہوتے ہیں خدائی اختیارات کو اپنے ہاتھ میں لینے والے ۔ بلکہ اگر وہ خلافت قائم کرنے کے متمنی ہیں ۔ اس کے لئے بے قرار ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے فرمان کے مطابق پہلے وقت کے نبی پر ایمان لائیں ۔ اس کے بغیر ان کی مجال نہیں کہ وہ خلافت حقہ قائم کر سکیں یا خلافت حقہ سے وابستہ ہو سکیں ۔ پس خلافت کے قیام کے لئے تمہاری یہ آرزوئیں ، تمنائیں اور بے قراریاں تب رنگ لائیں گی جب تم مسیح پاک علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لا کر خلافت احمدیہ سے وابستہ ہو جاؤ گے ۔

الغرض آج ایک ہی خلافت حقہ ہے جو خلافت احمدیہ کی شکل میں قائم ہے ۔ جو خلافت علیٰ منہاج النبوۃ ہے جس کے ساتھ خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت کی تیز رو ہوائیں ہیں ۔ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم کا دین دنیا میں ترقی کر رہا ہے اور عزت اور عظمت کی بلندیوں کو چھو رہا ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا تھا ۔ ان اللہ زوی لی الارض فرایت مشارقھا و مغاربھا یعنی اللہ نے میرے لئے زمین کو لپیٹ دیا ، پس میں نے زمین کے سارے مشرق بھی دیکھ لئے اور سارے مغرب بھی ۔ پھر فرمایا ۔ و ان امتی سیبلغ ملکھا ما زوی لی منھا یعنی میری امت کی حکومت ان تمام علاقوں پر قائم ہو کر رہے گی جو مجھے لپیٹ کر دکھائے گئے ۔

یہ پیشگوئی آج خلافت احمدیہ کے ذریعہ پوری ہو رہی ہے اور مشارق و مغارب سمٹ کر خلافت حقہ کے قدموں میں آ رہے ہیں ۔ اسلام کا غلبہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم نے مسیح موعود اور امام مہدیؑ کے سپرد کیا ہے ۔ آج اس کی خلافت کے ذریعہ ہی یہ غلبہ مقدر ہے ۔ اس کی حفاظت اور سر بلندی کے لئے بڑے مجاہدوں اور قربانیوں کی ضرورت ہے ۔ ہمارے دن اور رات ، صبح و شام ، اس فکر میں بسر ہونے چاہئیں کہ اس خلافت سے ہمارے دل ، ہماری روحیں کس قدر منور ہیں ۔ اس شمع کی لو کتنی روشن ہے ۔ وہ تعلیم جو مسیح پاک نے دی ہے اس کو حرز جان بنائیں تا کہ خداتعالیٰ کے نور اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم کے فیضان سے ہمارا صحن دل معمور رہے ۔ ان دلوں میں قائم ایمان پر جو خلافت کا نظام قائم ہوتا ہے اس نظام کا سر براہ خلیفہ وقت اس اجتماعی خلافت کا نشان ہے ۔ اس خلافت کا امین ہے ۔ اس کی حفاظت کریں ۔ اس سے محبت و عقیدت کو مضبوط اور مستحکم کرتے چلے جائیں کہ وہ آسمان سے اترنے والی خلافت کا علمبردار ہے ۔ اس خلافت سے وابستگی اور وفا ہمارے تشخص اور ہماری عظمت کی ضمانت ہے ۔ جس قدر اپنے اندر اس خلافت کو خالص اور عظیم اور بلند تر کریں گے اتنی ہی زیادہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ رفعتوں پر پہنچے گی ۔ اور اتنا ہی جلدی دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم اور توحید کا قیام دنیا میں عظمت اور شوکت کے ساتھ قائم ہو گا ۔

اللہ کرے ہم شمع خلافت کی لو ، اس کے نور اور عظمت کو بڑھانے کے لئے مجاہدے کرتے رہیں اور قربانیاں دیتے رہیں اور ہماری نسلیں بھی اس عظیم اور مقدس امانت کی حفاظت کرتی رہیں ۔ آمین اللھم آمین

خلافتِ احمدیہ پائندہ باد
خلافتِ احمدیہ زندہ باد

برکاتِ خلافت

انعام خلافت ہے خدا تعالیٰ کی رحمت
وابستہ ہے اسلام کی اب اس سے ہی عظمت

اسلام کو ماضی میں جو حاصل ہوئی طاقت
یہ راز تھا طاقت کا کہ حاصل تھی خلافت

معدوم ہوئی قدر خلافت جو دلوں سے
تب آ گیا مسلم پہ عجب دور ذلالت

اب مہدیؑ موعودؑ کا آیا ہے زمانہ
صد شکر کہ پھر ہم میں ہوئی جاری خلافت

توحید کی پھر چلنے لگیں ٹھنڈی ہوائیں
تثلیث کے ایوان کی مٹنے لگی نخوت

اب حضرتِ طاہر ہیں جو مہدی کے خلیفہ
حاصل ہے انہیں صبح و مسا مولیٰ کی نصرت

طاہر کے ہیں ہر آن رواں فیض کے چشمے
دیتے ہیں وہ اب ٹی ۔ وی پہ بھی درسِ محبت

وہ نور محمدؐ سے جہاں کرتے ہیں روشن
بھرتے ہیں وہ ہر دل میں سدا دین کی الفت

مومن تیرا احسان کہاں بھولے گا یارب
بخشی ہے ہمیں تو نے خلافت کی یہ نعمت

خواجہ عبدالمومن اوسلو ، ناروے

اسلام کی ترقی خلافت سے وابستہ ہے

مکرم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب ایم اے
امام مسجد فضل لندن

مکرم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد لندن نے ہماری فرمائش پر احمدیہ گزٹ کینیڈا کے خلافت نمبر کے لئے اپنا ایک خصوصی مقالہ ہمیں اشاعت کی غرض سے ارسال فرمایا ہے ۔ ہم ان کی علمی ، تحقیقی اور قلمی معاونت کے بے حد ممنون و مشکور ہیں ۔

(مدیر)

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ
قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ
وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ
لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿56﴾

(سورة النور 24 : 56)

آج سے چودہ سو سال قبل چشم فلک نے ایک ایسا محیرالعقول نظارہ دیکھا جس کی مثال تاریخ عالم میں نظر نہیں آتی ۔ مطلع عالم پر آفتاب رسالت کا طلوع ہونا تھا کہ گھٹا ٹوپ اندھیرے میں غرق دنیا یک دفعہ بقعۂ نور بن گئی ۔ باعث تخلیق کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت ظہور سے گمراہی کے خلاؤں میں بھٹکنے والی انسانیت نے فلاح کی راہ پالی ۔ دین اسلام کی صورت میں فیضان الہیٰ کا وہ چشمہ رواں ہوا کہ صدیوں کی پیاسی دھرتی سیراب ہوگئی اور بنجر زمینیں روحانیت کی صدا بہار کھیتیوں سے لہلہانے لگیں ۔ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعاؤں نے سارے عالم عرب میں ایک عظیم الشان انقلاب برپا کر دیا ۔ صدیوں کے مردے روحانی طور پر زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الہیٰ رنگ پکڑ گئے ۔ آنکھوں کے اندھے بینا ہوگئے اور گونگوں کی زبان پر الہیٰ معارف جاری ہوگئے ۔ دنیا میں یک دفعہ ایک ایسا انقلاب بپا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا ۔

انسان کامل کی صورت میں خداتعالیٰ کے مظہر اتم کا یہ حسین جلوہ اپنی معراج پر تھا کہ ہمارے محبوب آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت آن پہنچا آپ کی رحلت پر وفا کیش صحابہ پر کیا گزری ، ان کی حالت غم کا اندازہ کرنا کچھ آسان بات نہیں ، کہنے والوں نے سچ کہا کہ :

" مدینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدوم میمنت لزوم سے ماہتاب کی طرح روشن ہوگیا اور آج حضور اکرم کی وفات پر اس سے زیادہ تاریک مقام بھی ہماری آنکھوں نے نہیں دیکھا ۔ "

شاعر اسلام حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک عرصہ سے بصارت سے محروم تھے لیکن اس روز پہلی بار انہیں پتہ چلا کہ واقعی ان کی آنکھوں کا نور جاتا رہا ۔ کتنا درد اور غم پنہاں ہے ان کے ان اشعار میں جو ان کی زبان پر جاری ہوئے ۔

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِيْ   فَعَمِيْ عَلَيْكَ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ   فَعَلَيْكَ كُنْتُ أُحَاذِرُ

کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ! تو میری آنکھ کی پتلی تھا ۔ آج تیرے مرنے سے میری آنکھیں اندھی ہوگئی ہیں ۔ اب تیرے بعد مجھے کیا پرواہ جو چاہے مرے ، مجھے تو تیری ہی موت کا ڈر تھا ۔

یہ کربناک کیفیت صرف ایک حسان کے دل کی نہ تھی بلکہ سارے صحابہ ہی غم کے مارے دیوانہ ہو رہے تھے ۔ ایک تو یہ غم تھا کہ وہ ماں سے بڑھ کر شفقت کرنے والے پیارے وجود سے محروم ہوگئے ہیں اور دوسرے یہ غم ان کی جانوں کو ہلکان کئے جا رہا تھا کہ ہمارے اس محبوب کی مقدس امانت کا اب کون محافظ ہوگا ۔ نخل اسلام کا کیا بنے گا ؟ کون اس کی آبیاری کرے گا ؟ ابھی تو تخم ریزی کا کام ہی ہوا ہے کون اس کو اپنے خون جگر سے سینچے گا اور کون اس مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچائے گا ؟ یہ فکر ان کی روحوں کو گداز کر رہا تھا کہ اب اسلام کا وقار ، اس کی اشاعت اور اس کی ترقی کیونکر ہوگی ؟ اسلام کی عالمگیر فتح و نصرت اور ترقی و غلبہ کے خدائی وعدے کیونکر پورے ہوں گے ؟

تاریخ اسلام کے اس سنگین موڑ پر صحابہ کرامؓ کی حالت یہ تھی کہ وہ ان فکروں کی تاب نہ لاکر جیتے جی موت کی وادی میں اترنے والے تھے کہ صادق الوعد خدا نے اپنے محبوب کی امت کی دستگیری فرمائی اور اس دست رحمت نے خلافت کے ذریعہ ان کے شکستہ دلوں کو تھام لیا ۔ خدائے قادر کا یہ سکونت بخش ہاتھ خلافت کی شکل میں آگے بڑھا اور لرزاں و ترساں دلوں کو سکون و اطمینان سے بھر دیا ۔ پژمردہ دلوں میں جان پیدا ہوگئی کہ خدائے حیی و قیوم نے ایک یتیم اور جاں بلب امت کے سر پر خلافت کا تاج رکھ کر ایک رہنما عطا کر دیا جو ان کے محبوب آقا کا قائم مقام اور اس نسبت سے ان کا محبوب آقا قرار پایا ۔ صحابہ کے چہرے خوشی سے تمتمانے لگے ۔ جسم کو ایک سر مل گیا تھا ۔ کارواں کو ایک سالار مل گیا تھا جس کے سر پر خدائی نصرت کا سہرا جگمگا رہا تھا ۔ یہ ظہور تھا قدرت ثانیہ کا ، یہ انعام تھا خلافت راشدہ کا اور یہ تکمیل تھی اس خدائی وعدہ کی جو اسلام کی سر بلندی اور غلبہ کے

لئے خداتعالیٰ نے مومنوں سے فرما رکھا تھا ۔ اس خدائی وعدہ اور اس کے پرشوکت ظہور کی تفصیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سنئیے ، آپ فرماتے ہیں :

" یہ خداتعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہتا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور ان کو غلبہ دیتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے ۔ کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی رحمت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے ۔ اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ ان کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے ۔ لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتی ہے مخالفوں کو ہنسی ٹھٹھے اور طعن و تشنیع کا موقع دے دیتا ہے اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں ۔

غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے :

1 ۔ اول خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے ۔

2 ۔ دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آ جاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں ۔ تب خداتعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے ۔

پس جو اخیر تک صبر کرتا ہے خداتعالیٰ کے معجزہ کو دیکھتا ہے ۔ جیسے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہوگئے اور صحابہؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہوگئے تب خداتعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کرکے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا ۔

وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ
وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا

(سورۃ النور 24 : 56)

یعنی خوف کے بعد ہم ان کے پیر جما دیں گے ۔ "

(الوصیت ۔ روحانی خزائن ، جلد 20 ، صفحہ 304-305)

اللہ تعالیٰ کی یہ زبردست قدرت یعنی قدرت ثانیہ ، خلافت کا وہ بابرکت روحانی نظام ہے جس پر نبوت کے بعد اسلام کی ترقی کا انحصار اور اس کے غلبہ کا دارو مدار ہے ۔ یہی بابرکت نظام ، نبوت کا قائم مقام اور ہر نوع کی ترقیات کی حتمی ضمانت ہوتا ہے ۔ یہی وہ موعود آسمانی نظام ہدایت ہے جس کا آیت استخلاف میں مومنوں سے وعدہ فرمایا گیا ہے ۔

نظام خلافت کے بارہ میں قمرالانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت عمدہ وضاحت فرمائی ہے ۔ آپ فرماتے ہیں :

" قرآن شریف کی تعلیم اور سلسلہ رسالت کی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ لگتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ دنیا میں کسی رسول اور نبی کو بھیجتا ہے تو اس سے اس کی غرض یہ نہیں ہوتی کہ ایک آدمی دنیا میں آئے اور ایک آواز دے کر واپس چلا جاوے بلکہ ہر نبی اور رسول کے وقت خداتعالیٰ کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ دنیا میں ایک تغیر اور انقلاب پیدا کرے جس کے لئے ظاہری اسباب کے ماتحت ایک لمبے نظام اور مسلسل جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے اور چونکہ ایک انسان کی عمر بہرحال محدود ہے ۔ صرف تخم ریزی کا کام لیتا ہے اور اس تخم ریزی کو انجام تک پہنچانے کے لئے نبی کی وفات کے بعد اس کی جماعت میں سے قابل اور اہل لوگوں میں یکے بعد دیگرے اس کے جانشین بنا کر اس کے کام کی تکمیل فرماتا ہے ۔ یہ جانشین اسلامی اصطلاح میں خلیفہ کہلاتے ہیں ۔ "

(ماہنامہ خالد ربوہ ۔ مئی 1960ء)

نظام خلافت کی عظمت ، اس کی حکمت اور برکت کے بارہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب شہادۃ القرآن میں فرماتے ہیں :

" خلیفہ درحقیقت رسول کا ظل ہوتا ہے اور چونکہ کسی انسان کے لئے دائمی طور پر بقا نہیں لہذا خداتعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشرف و اولیٰ ہیں ظلی طور پر ہمیشہ کے لئے تاقیامت قائم رکھے ۔ سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکات رسالت سے محروم نہ رہے ۔ "

(شہادۃ القرآن ۔ روحانی خزائن ، جلد 6 ، صفحہ 353)

قرآن مجید کی آیت استخلاف پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نظام خلافت جو مومنوں کو بطور انعام عطا کیا جاتا ہے ایک نہایت ہی بابرکت اور عظیم الشان نظام قیادت ہے ۔ ایمان اور اعمال صالحہ کے زیور سے آراستہ مومنین کی جماعت میں یہ نظام خود خداتعالیٰ کے ہاتھوں قائم کیا جاتا ہے ۔ خلافت ، نبوت کا تتمہ ہے اسی نور کا ظل کامل ہے اس لحاظ سے برکات رسالت اور انوار نبوت کا پورا پورا عکس اس ماہتاب نبوت میں نظر آتا ہے ۔ یہ وہ نظام ہے جو امت مسلمہ کے ہر خوف کو امن میں تبدیل کرتا ہے ۔ دنیا میں خدائے واحد و یگانہ کی عبادت کو اس شان سے قائم کرتا ہے کہ مشرکانہ زندگی پر موت وارد ہو جاتی ہے ۔ یہ خلافت ہی ہے جو مومنین کی جماعت کے ایمان اور اعمال صالحہ کی سند بن کر ان کو یکجہتی اور اتحاد کا درس دیتی ہے ۔ خلافت وہ حبل اللہ ہے جو ساری امت کو وحدت اور الفت کی لڑی میں پرو کر بنیان مرصوص بنا دیتی ہے ۔

خلافت کی برکات میں سے سب سے عظیم الشان نعمت جس کا آیت استخلاف میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے سب سے پہلے ذکر فرمایا ہے ۔ وہ

استحکام اسلام اور تمکنت دین ہے ۔ آیت کریمہ کے الفاظ یہ ہیں :

وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى

کہ خدائے قادر و یگانہ اس بات کا وعدہ اور حتمی اعلان کرتا ہے کہ نظام خلافت کے ذریعہ دین اسلام کو تمکنت اور مضبوطی عطا کی جائے گی اور ساری دنیا میں غلبہ اسلام کی آسمانی تقدیر خلافت کے ذریعہ پوری شان و شوکت اور جلال کے ساتھ جلوہ گر ہوگی ۔ اس تحدی اور واشگاف اعلان میں یہ وعید بھی شامل ہے کہ خلافت کے بابرکت نظام سے الگ ہوکر کسی برکت ، کسی ترقی اور کسی کامیابی کا تصور بھی ممکن نہیں ۔ جو خلافت کے بابرکت حصار کے اندر ہوں گے کامیابی و کامرانی ان کے قدم چومے گی اور جو اس نعمت سے منہ موڑیں گے وہ ہمیشہ ناکامی و نامرادی کے خلاؤں میں بھٹکتے رہیں گے ۔

اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ جب تک مسلمانوں میں صحیح اسلامی خلافت کا نظام یعنی خلافت راشدہ قائم رہی اسلام کو ترقی و غلبہ نصیب ہوا ۔ اور جب مسلمان اپنی بدعملیوں کی پاداش میں اس خدائی انعام سے محروم ہوئے تو اس کے ساتھ ہی ان کی کامیابیوں اور کامرانیوں کا سورج بھی ڈھل گیا ۔ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے ثم تکون خلافۃ علی منہاج النبوۃ کے مطابق مسلمانوں کو خلافت سے نوازا تو خلافت راشدہ کے اس بابرکت دور میں جو اگرچہ صرف تیس سال پر محیط تھا اسلام کی شان و شوکت نہ صرف عرب میں بلکہ دنیا کے طول و عرض میں قائم ہوئی اللہ تعالیٰ نے مومنین کی جماعت کو جو وعدہ عطا فرمایا تھا کہ انتم الاعلون ان کنتم مومنین اس وعدہ کے مطابق مسلمانوں کو ہر میدان میں اور ہر جہت میں کامیابی اور غلبہ نصیب ہوا ۔ کہاں یہ حالت کہ وصال نبوی کے بعد فتنہ ارتداد نے نوبت یہاں تک پہنچا دی تھی کہ مدینہ کے علاوہ صرف ایک یا دو جگہ پر نماز باجماعت ادا کی جاتی تھی اور پھر یہ عالم کہ تیس سال کے اندر اندر مشرق میں افغانستان اور چین کی سرحدوں تک ، مغرب میں طرابلس اور شمالی افریقہ کے کناروں تک ، شمال میں بحر قزوین تک اور جنوب میں حبشہ تک اسلامی پرچم لہرانے لگا ۔ خلافت راشدہ میں اسلام کی اس ترقی اور غلبہ کو دیکھ کر آج بھی دنیا انگشت بدنداں ہے ۔

اسلام کی ترقی و عروج کا یہ وہ زمانہ تھا کہ کسی بڑے سے بڑے مخالف کو بھی اس کے مقابلہ کی تاب نہ تھی ۔ اسلام کی شان و شوکت اور مسلمانوں کے رعب و دبدبہ کا یہ عالم تھا کہ قیصر و کسریٰ کی عظیم الشان حکومتیں بھی ان کے نام سے لرزتی اور خم کھاتی تھیں ۔ حق یہ ہے کہ خلافت راشدہ کے اس سنہری دور میں اسلام کو وہ عظمت اور سربلندی حاصل ہوئی کہ آج بھی جب کوئی انصاف پسند مورخ مڑ کر اس دور پر نظر کرتا ہے تو حیرت کی تصویر بن جاتا ہے ۔ اسے سمجھ نہیں آتی کہ صحرائے عرب کے بادیہ نشین فاتح اقوام عالم کیسے بن گئے ؟ وہ نہیں جانتا کہ یہ سب خلافت راشدہ کا ثمرہ تھا ۔ وہ خلافت راشدہ جس کے ساتھ اسلام کے غلبہ کی تقدیر وابستہ ہے !

خلافت راشدہ کے مبارک دور میں اسلام کی ترقی اور سربلندی کا یہ مختصر تذکرہ مکمل نہیں ہوسکتا جب تک ان فتنوں اور مسائل کا کچھ ذکر نہ کیا جائے جو خلافت راشدہ میں اور خاص طور پر اس کے آغاز کے موقعہ پر یکے بعد دیگرے اٹھے اور عظمت خلافت کے سامنے سرنگوں ہوکر رہ گئے ۔ ارتداد کا فتنہ اٹھا ، مانعین زکوٰۃ نے بغاوت کا علم بلند کیا ، منافقین نے امت مسلمہ کی شیرازہ بندی کو ختم کرنا چاہا ، جھوٹے مدعیان نبوت نے قصراسلام میں نقب زنی کی کوشش کی ۔ یوں نظر آتا تھا کہ یہ منہ زور فتنے عظمت اسلام کو پامال کرکے رکھ دیں گے لیکن جس خدا نے اپنے وعدہ کے مطابق امت مسلمہ کو خلافت کا انعام عطا فرمایا تھا اور جس نے یہ وعدہ فرمایا تھا ۔

وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى

کہ میں اس خلافت کے ذریعہ اپنے اس پسندیدہ دین اسلام کو تمکنت ، عظمت اور سربلندی عطا کروں گا ۔ اس سچے وعدوں والے خدا نے وقت کے خلیفہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہ عزم حوصلہ اور اقدام کی وہ آہنی قوت عطا فرمائی کہ دیکھتے ہی دیکھتے سب فتنے زیرنگیں ہوگئے اور خرمن اسلام ان بگولوں کی زد سے پوری طرح محفوظ و مامون رہا ۔

صرف ایک واقعہ کا معین ذکر کرتا ہوں ۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال سے قبل حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں مسلمانوں کا ایک لشکر جرار شام کی طرف بھیجنے کا ارشاد فرمایا ۔ لشکر ابھی روانہ بھی نہ ہوا تھا کہ آپؐ کا وصال ہوگیا ۔ حالات میں یک دفعہ تغیر پیدا ہوگیا ۔ بدلے ہوئے حالات میں بظاہر اس لشکر کو روک لینا ہر لحاظ سے قرین مصلحت نظر آتا تھا ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی سیاسی بصیرت اور جرأت کا لوہا ایک دنیا مانتی ہے دربار خلافت میں حاضر ہوکر عرض کرتے ہیں کہ اے خلیفۃ الرسول ! حالات کا تقاضا ہے کہ اس لشکر کے بارہ میں کچھ تبدیلی کر دی جائے ۔ مرکز کی حفاظت کے خیال سے اس لشکر کو روک لیا جائے ۔ خلافت حقہ کی برکت اور عظمت کا اندازہ لگائیے کہ وہ جسے رقیق القلب سمجھ کر کمزور خیال کیا جاتا تھا ، وہاں وہی ابوبکر جسے اب خداتعالیٰ نے خلافت کا منصب عطا فرما دیا تھا آپ کا جواب یہ تھا کہ اس لشکر کو روکنے کا کیا سوال ، خدا کی قسم ! اگر پرندے میرے گوشت کو نوچ نوچ کر کھانا شروع کر دیں تو تب بھی میں اپنی خلافت کا آغاز کسی ایسی بات کو روکنے سے نہیں کروں گا جس کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں دے چکے ہیں ۔ جو بات خدا کا رسول کہہ چکا ہے وہ آخری اور اٹل ہے ۔ یہ لشکر جائے گا اور ضرور جائے گا ، اور کوئی صورت نہیں کہ اس لشکر کو روکا جائے ۔

صحابہؓ نے پھر باادب عرض کیا کہ کم از کم لشکر کی روانگی میں کچھ تاخیر کر دی جائے ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ بھی ناممکن ہے مجھے اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اگر مدینہ کی عورتوں کی نعشوں کو کتے مدینہ کی گلیوں میں گھسیٹتے

پھریں تب بھی میں اس لشکر کو ہرگز ہرگز نہیں روکوں گا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھوں سے تیار فرمایا تھا۔
یہ لشکر ضرور روانہ ہوگا اور فوری طور پر روانہ ہوگا۔
صحابہؓ نے ایک بار پھر کوشش کی اور پورے ادب سے مشورہ عرض کیا کہ اور کچھ ممکن نہیں تو کم از کم نو عمر اور ناتجربہ کار اسامہ کی جگہ کسی اور تجربہ کار شخص کو امیر لشکر مقرر فرما دیا جائے۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے پھر فرمایا کہ ہرگز ممکن نہیں جس کو خدا کے رسول نے مقرر فرما دیا ہے۔ ابن ابی قحافہ کی کیا مجال کہ وہ اسے تبدیل کر سکے۔ یہ لشکر اسامہ ہی کی قیادت میں جائے گا اور ضرور جائے گا۔
چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ باوجود انتہائی نامساعد حالات کے خلیفۃ الرسول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بات کو لفظاً لفظاً پورا کیا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہونٹوں سے نکلی تھی۔
کتنا ایمان افروز نظارہ تھا جب حضرت ابوبکرؓ خود اس لشکر کو رخصت کرنے کے لئے مدینہ سے باہر نکلے۔ حضرت اسامہؓ کو سوار کروایا اور خود ساتھ پیدل چلنے لگے۔ حضرت اسامہؓ بار بار عرض کرتے کہ اے خدا کے رسول کے خلیفہ! یا تو آپ بھی سوار ہوں یا مجھے اترنے کی اجازت دیں۔ فرمایا نہیں، نہ یہ ہوگا نہ وہ ہوگا۔ نہ میں سوار ہوں گا اور نہ تم پیدل چلو گے۔
پس اس شان سے حضرت اسامہؓ کا لشکر مدینہ سے روانہ ہوا اور بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ خلیفۂ وقت کا یہ فیصلہ بہت ہی مبارک اور اسلام کی سربلندی کا موجب ہوا۔ دشمن اتنے مرعوب ہوئے کہ مدینہ پر حملہ کی جرأت نہ کر سکے اور یہ لشکر فتح و نصرت کے ساتھ بانیل مرام مدینہ واپس آیا۔ خلافت کے آغاز ہی میں اس پرشوکت واقعہ نے عظمت خلافت کو قائم کر دیا اور ہر شخص پر واضح ہوگیا کہ اسلام کی تمکنت اور دین حق کا غلبہ و استحکام خلافت سے وابستہ ہے۔
خلافت راشدہ کے اس پرشوکت دور کے بعد مسلمانوں کی ناشکری کے سبب خلافت کا انعام اپنی پہلی شکل میں قائم نہ رہا۔ خلافت کی جگہ ملوکیت اور بادشاہت نے راہ پا لی اور اس کے ساتھ ہی ان تمام برکات کی بھی صف لپیٹ دی گئی جو خلافت سے وابستہ ہوتی ہیں۔ اکناف عالم میں اسلام کی جو ترقی اور غلبہ خلافت کے ذریعہ نصیب ہوا تھا، اس دور استبداد و ملوکیت میں اس کا سایہ کھچنے لگا۔ مسلمانوں کی عظمت نے ان کو خیر باد کہا۔ ان کی شان و شوکت ان سے منہ موڑ کر رخصت ہوگئی۔ مسلمانوں کی صفوں میں تفرقہ اور اختلاف اس حد تک بڑھ گیا کہ اتحاد و یگانگت کو یکسر بھلا کر باہم برسرپیکار ہوگئے اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ قوم جس نے نبوت کے آفتاب اور خلافت کے ماہتاب سے منور ہوکر ترقی و عروج کی چوٹیوں کو پامال کیا تھا اب تنزل و انحطاط کے قعر مذلت میں جا پڑی۔ اس دور کا ایک ایک دن اور ایک ایک رات اس بات کی گواہی دے رہی تھی کہ امت مسلمہ نے جو پایا تھا وہ خلافت کے طفیل پایا تھا، اس خلافت کو چھوڑا ہے تو اب ان کی جھولی خالی ہو کر رہ گئی ہے۔
قارئین کرام! خلافت راشدہ سے محرومی کے بعد مسلمانوں کی کسمپرسی کی

یہ طویل رات کم وبیش ایک ہزار سال تک جاری رہی۔ صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش خبری کے عین مطابق فیج اعوج کے اس زمانہ میں اسلام کی حالت ناگفتہ بہ ہوگئی۔ ایمان ثریا پر جا پہنچا اور کیفیت یہ ہو گئی کہ:

؎ رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

بالآخر اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی اور سچے وعدوں والے خدا نے اپنے وعدے کے مطابق اس دور آخرین میں ایک آسمانی مصلح کے ذریعہ احیائے اسلام کی بنیاد رکھی۔ سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی بعثت ثانیہ کے طور پر مبعوث فرمایا اور امام مہدی اور مسیح موعود کا بلند منصب عطا فرمایا۔ آپ کی آمد کا مقصد یحی الدین و یقیم الشریعۃ کے الفاظ میں بیان ہوا ہے۔ احیائے اسلام، قیام شریعت اور تکمیل اشاعت اسلام کے کام کو اس حد تک آگے بڑھانا کہ بالآخر عالمگیر غلبہ اسلام پر منتج ہو بلا استثناء سب مفسرین قرآن کی اس آیت کریمہ پر متفق ہیں۔

هُوَ الَّذِيٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُۥ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُۥ
عَلَى الدِّينِ كُلِّهِۦ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

(سورۃ التوبہ 9 : 33)

جس غلبہ اسلام بر ادیان باطلہ کی پیش گوئی کی گئی ہے یہ غلبہ اپنے پورے جلال اور پوری شان وشوکت کے ساتھ حضرت امام مہدی علیہ السلام کے وقت میں ظہور پذیر ہوگا۔
حضرت سید محمد اسماعیل شہید علیہ الرحمۃ اپنی کتاب "منصب امامت" میں فرماتے ہیں:
"ظہور دین کی ابتداء پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوئی اور اس کی تکمیل حضرت مہدی علیہ السلام کے ہاتھ سے ہوگی۔"
(منصب امامت۔ صفحہ 76)
خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے تحریر فرمایا ہے۔
"خداتعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں۔ کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خداتعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔"
(الوصیت۔ روحانی خزائن، جلد 20، صفحہ 306-307)
ہم گواہ ہیں اس بات کے کہ اسلام کے اس عالمگیر غلبہ کی بنیاد سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے مقدس ہاتھوں رکھی گئی، اور آپ نے اپنی حیات طیبہ کا ایک ایک لمحہ اس مقصد کی خاطر قربان کر دیا خدا تعالیٰ کی ہزار ہزار رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس محبوب ترین روحانی فرزند پر جس نے خدمت دین اسلام کا حق ادا کر دیا۔ آپ کی دینی خدمات کے تفصیلی تذکرہ کا یہ موقع نہیں لیکن میں یہ کہنے سے رک نہیں سکتا کہ خدا تعالیٰ

کے اس پہلوان جری اللہ فی حلل الانبیاء نے اسلام کی مدافعت، اس کی سربلندی اور ترقی کے لئے ایسی عظیم الشان خدمات سرانجام دیں کہ اشد ترین مخالفین نے بھی اس کا برملا اعتراف کیا۔ آپ کو اسلام کا فتح نصیب جرنیل قرار دیا اور اقرار کیا کہ آپ نے اسلام کے عالمگیر غلبہ کے لئے نہایت مستحکم بنیادیں استوار کر دی ہیں۔

بالآخر آپ کی زندگی میں وہ دن بھی آگیا۔ جو ہر فانی انسان کی زندگی میں آیا کرتا ہے لیکن آپ نے وصال سے پہلے یہ بشارت دی کہ خدائے قادر و توانا آپ کے ذریعہ جاری ہونے والے مشن کو ہرگز ناتمام نہیں چھوڑے گا۔ اور غلبہ اسلام کی آسمانی مہم خلافت کے زیر سایہ پھولتی پھلتی اور پروان چڑھتی رہے گی۔ آپؑ نے فرمایا:

"یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہے خدا اس کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ وہ راضی نہیں ہوگا جب تک کہ اس کو کمال تک نہ پہنچا دے۔ اور وہ اس کی آبپاشی کرے گا اور اس کے گرد احاطہ بنائے گا اور تعجب انگیز ترقیات دے گا۔"

(انجام آتھم - روحانی خزائن، جلد 11، صفحہ 64)

27 مئی 1908ء کا دن وہ تاریخی دن ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح محمدی کے ہاتھوں قائم ہونے والی جماعت احمدیہ کو خلافت کے انعام سے نوازا اور انہیں وہ وسیلہ فتح و ظفر عطا فرمایا جس کے ساتھ اسلام کی ترقی اور غلبہ وابستہ ہے۔ آج اس انعام الہیٰ پر 91 برس کا عرصہ پورا ہو چکا ہے۔ خدا گواہ ہے اور ہم اس کے حضور سجدات شکر بجا لاتے ہوئے اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ ان 91 سالوں کا ایک ایک دن اس بات پر گواہ ہے کہ خلافت حقہ اسلامیہ احمدیہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو وہ عظمت و تمکنت اور وہ عالمگیر ترقی عطا فرمائی ہے جو ایک جاری و ساری زندہ و تابندہ معجزہ کا حکم رکھتی ہے۔

قارئین! خلافت احمدیہ کے ذریعہ غلبہ اسلام کی داستان دلنشین اور ایمان افروز ہونے کے ساتھ ساتھ اتنی پرشوکت اور پرعظمت ہے کہ اس کا بیان کرتے ہوئے قلم لڑکھڑاتا ہے اور الفاظ میرا ساتھ نہیں دیتے کہ کس طرح خلافت احمدیہ کے ذریعہ ہونے والی اسلام کی عالمگیر روز افزوں ترقی کو نوک قلم پر لاؤں۔ حق یہ ہے کہ خدمت و اشاعت اسلام کا جو بیج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقدس ہاتھوں سے بویا گیا آج خلافت احمدیہ کے زیر سایہ ایک تناور درخت بن چکا ہے۔ پاکیزہ کلمہ کی مثال کی طرح اس درخت کی جڑیں اکناف عالم میں مضبوطی سے قائم ہو چکی ہیں۔ اور اس کی شاخوں نے فضا کی وسعتوں کو بھر دیا ہے۔ ہندوستان کی سرزمین سے باہر مشنوں کے قیام کا آغاز خلافت احمدیہ کے دور میں ہوا اور آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے 164 ملکوں میں جماعت احمدیہ باقاعدہ طور پر قائم ہو چکی ہے۔ وہ قافلہ جو 40 فدائیوں کے ساتھ روانہ ہوا تھا آج اس کی تعداد ایک کروڑ سے تجاوز کر چکی ہے اور ہر روز بڑھتی چلی جاتی ہے۔ قادیان کی گمنام بستی سے اٹھنے والی آواز کی بازگشت آج اکناف عالم میں سنائی دے رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آواز کو اتنی عظمت اور پذیرائی عطا کی ہے کہ اقصائے عالم کے دانش ور اس کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر اسے توجہ سے سنتے اور اس کی صداقت کا اعتراف کرتے ہیں۔

حق یہ ہے کہ خلافت کے زیر سایہ تحریک احمدیت نے ایسا عالمگیر تشخص حاصل کر لیا ہے کہ آج دنیا کا کوئی خطہ اس کی برکتوں سے محروم نہیں اور حقیقی معنوں کے اعتبار سے بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ عالم احمدیت پر کبھی سورج غروب نہیں ہوتا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ ہر آن اور ہر جگہ عالم احمدیت پر خداتعالیٰ کی تائید و نصرت کا سورج ہمیشہ جلوہ گر رہتا ہے اور خدائی نصرتوں کے زیر سایہ عالمگیر غلبہ اسلام کی یہ موعود صبح لحظہ بہ لحظہ روشن تر ہوتی چلی جا رہی ہے۔

ساری دنیا میں تبلیغی مراکز کا جال بچھانے کے ساتھ ساتھ خلافت احمدیہ کے زیر سایہ اسلامی لٹریچر کی دنیا بھر کی زبانوں میں اشاعت ایک ایسا کارنامہ ہے جو اپنی مثال آپ ہے۔ لٹریچر کے ضمن میں سب سے اہم قرآن مجید کے تراجم ہیں۔ کیا یہ بات معجزہ سے کم ہے کہ گزشتہ تیرہ سو سال میں ساری دنیا کے مسلمانوں نے جتنی زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کئے تھے اس سے دگنی زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم خلافت رابعہ کے چند سالوں کے اندر اندر جماعت احمدیہ پیش کرنے کی سعادت پا رہی ہے۔ قرآن مجید کی منتخب آیات، احادیث اور اقتباسات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام دنیا کی ایک سو سے زائد زبانوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ اسلامی لٹریچر غیر معمولی کثرت سے شائع اور تقسیم ہو رہا ہے۔ کتب کی نمائشوں کا وسیع سلسلہ اشاعت اسلام میں موثر کردار ادا کر رہا ہے۔

اکناف عالم میں مساجد کی تعمیر میں جماعت احمدیہ کو ایک امتیازی مقام حاصل ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں مساجد تعمیر کرنے کا سہرا جماعت احمدیہ کے سر ہے۔ اسلامی تعلیم کو عمل کے سانچہ میں ڈھالتے ہوئے مغربی اور مشرقی افریقہ میں تعلیمی اور طبی اداروں کا قیام اور انسانیت کی بے لوث خدمت ان علاقوں کے لوگوں کے دل اسلام کے لئے جیت رہی ہے۔ لوٹ کھسوٹ کے اس دور میں غرباء یتامی اور بیوگان کی بے لوث خدمت کے طور پر انہیں بیوت الحمد عطا کرنے کی سعادت بھی جماعت احمدیہ کو حاصل ہے۔

اسلام کی حرمت و ناموس کی حفاظت اور دفاع میں جماعت احمدیہ نے ہمیشہ ہی صف اول میں مثالی کردار ادا کیا ہے اور جہاں تک اسلام کی عظمت اور ترقی کی خاطر قربانیاں دینے اور دیتے چلے جانے کا میدان ہے جماعت احمدیہ کی تاریخ ہر دور میں ایمان افروز واقعات سے پر نظر آتی ہے، اشاعت اسلام کی خاطر جان، مال وقت اور عزت کے نذرانے اتارنے والی یہی ایک جماعت ہے جس نے اپنی قربانیوں سے قرون اولیٰ کے صحابہ کی یاد کو تازہ کر دیا ہے۔ زندگی سے کسے پیار نہیں ہوتا، لیکن یہی پیاری زندگی پیارے اسلام کی خاطر وقف کرنا، اپنے ہونے والے بچوں کو وقف نو میں پیش کرنا، تبلیغ اسلام کی خاطر غریب الوطن ہو جانا اور بالآخر راہ جہاد میں شہادت پاکر انہی سرزمینوں میں دفن ہو جانا، کلمہ طیبہ کی عظمت کی خاطر ماریں کھانا، بیڑیاں پہننا اور وفور محبت سے انہیں چومنا، اسلام کی محبت کے جرم میں اسیران راہ مولا بننا اور زندگی کے سالہا سال تک کوٹھڑیوں میں گذار دینا، دکھ

اٹھانا اور وقت آنے پر اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے اپنے مقدس امام سے داستان وفا رقم کرنا ۔

الغرض شاہراہ ترقی اسلام کا کوئی موڑ ایسا نہیں جس پر جماعت احمدیہ پوری شان کے ساتھ مصروف عمل نہ ہو ۔ اس شاہراہ کی کوئی بلند منزل ایسی نہیں جس پر اسلام کو دل و جان سے زیادہ عزیز رکھنے والے احمدی جاں فروشوں کے قدموں کے نشانات نظر نہ آتے ہوں ۔ حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو یہ منفرد اعزاز اور سعادت اس وجہ سے عطا فرمائی ہے کہ آج دنیا کے پردہ پر یہی ایک جماعت ہے جو الا و ھی الجماعۃ کی حقیقی مصداق اور ایک واجب الاطاعت امام کے زیر سایہ بنیان مرصوص کا منظر پیش کرتی ہے ۔

یہی ایک جماعت ہے جس کو خلافت کی نعمت میسر ہے جو ایک روحانی سربراہ کی آواز پر اٹھنا اور اس کے اشارے پر بیٹھنا جانتی ہے ۔ ہاں ہاں یہ وہی جماعت ہے جس کا امام ، جماعت کے افراد سے ماں سے بڑھ کر پیار کرنے والا ہے ۔ اور دوسری جماعت کے سب مرد و زن اپنے پیارے امام کے گرد پروانہ صفت طواف کرنے والے ہیں ۔ خلافت کی نعمت نے انہیں ایک ہاتھ پر جمع کر کے یہ اعجاز بخشا ہے کہ ایک کروڑ احمدی فدائیوں نے خدمت و اشاعت اسلام کے سلسلہ میں وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں جس کی توفیق ایک ارب سے زائد مسلمان کہلانے والوں کو نصیب نہیں ہو سکی ۔ اس اعزاز اور سعادت کی وجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو خلافت جیسی عظیم نعمت سے نوازا جس کے ساتھ اسلام کی ترقی وابستہ ہے بلکہ حق تو یہ ہے کہ اسلام کی خاطر کوشش اور قربانی کی توفیق کا ملنا بھی اس خلافت سے وابستہ ہے ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

" دیکھو ہم ساری دنیا میں تبلیغ اسلام کر رہے ہیں مگر تم نے کبھی غور کیا کہ یہ تبلیغ کس طرح ہو رہی ہے ؟ ایک مرکز ہے جس کے ماتحت وہ تمام لوگ جن کے دلوں میں اسلام کا درد ہے اکٹھے ہو گئے ہیں اور اجتماعی طور پر اسلام کے غلبہ اور اس کے احیاء کے لئے کوشش کر رہے ہیں وہ بظاہر چند افراد نظر آتے ہیں مگر ان میں ایسی قوت پیدا ہو گئی ہے کہ وہ بڑے بڑے اہم کام سرانجام دے سکتے ہیں جس طرح آسمان سے پانی قطروں کی صورت میں گرتا ہے پھر وہی قطرے دھاریں بن جاتی ہیں اور وہی دھاریں ایک بہنے والے دریا کی شکل اختیار کر لیتی ہیں ۔ اس طرح ہمیں زیادہ قوت اور شوکت حاصل ہوتی چلی جا رہی ہے ... اس کی وجہ محض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں خلافت کی نعمت عطا کی ہے ۔ "

(روزنامہ الفضل ربوہ ۔ 25 مارچ 1951ء)

اسی طرح فرمایا :

" اسلام کبھی ترقی نہیں کر سکتا جب تک خلافت نہ ہو ۔ ہمیشہ اسلام نے خلفاء کے ذریعہ ترقی کی ہے اور آئندہ بھی اسی ذریعہ سے ترقی کرے گا "

(درس القرآن از حضرت المصلح الموعودؓ مطبوعہ نومبر 1921ء صفحہ 72)

شوکت اسلام کی علمبردار جماعت احمدیہ کی سو سالہ تاریخ مصائب و مشکلات اور خدائی فضلوں کی تاریخ ہے ۔ اس عرصہ میں مخالفت کی آندھیاں چلیں ۔ مخالفین نے اپنے ترکش کے سب تیروں کو چلایا اور پہاڑوں جیسی شخصیتوں نے احمدیت سے ٹکر لی لیکن خدائی وعدہ کے مطابق ہمیشہ اور ہر بار حق غالب ہوا اور باطل نے منہ کی کھائی ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر خلافت کے بارہ میں شکوک و شبہات نے سر اٹھایا جس کو حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے صدیقی عزم و جلال کے ساتھ کچل کر رکھ دیا ۔

خلافت ثانیہ کے آغاز پر پھر منکرین خلافت نے بھرپور فتنہ پیدا کیا اور علیحدہ ہو کر لاہور کی راہ لی ۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باوجود نوعمری کے اس فتنہ کے وقت جماعت کی ایسی اعلیٰ قیادت کی کہ منافقین کی سب چالیں ناکام ہوئیں پھر اسی خلافت ثانیہ کے تاریخی دور میں مصری کا فتنہ اٹھا ۔ مستریوں نے فتنہ برپا کر دیا ۔ احرار نے جماعت کو مٹانے کے لئے ملک گیر مہم جاری کی ۔ تقسیم ملک کا زلزلہ آیا جس نے جماعت کو اپنے دائمی مرکز سے الگ ہو کر ایک نیا مرکز بنانے پر مجبور کیا ۔ ابھی جماعت اپنے قدموں پر سنبھل ہی رہی تھی کہ 1953ء میں جماعت کے خلافت ملک گیر طوفان مخالفت برپا ہو گیا ۔ حقیقت پسند پارٹی نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اندرونی طور پر جماعت کو منتشر اور گمراہ کرنے کی کوشش کی ۔ ان فتنوں نے یکے بعد دیگرے سر اٹھایا لیکن ہر بار ہر فتنہ خلافت کی عظیم چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا ۔ احرار کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی اور منافقین کے ناپاک عزائم خاکستر ہو گئے خدا کے طاقتور ہاتھ نے خلافت کے ذریعہ جماعت کو ترقی اور اسلام کو غلبہ عطا فرمایا ۔

خلافت ثالثہ کے دور میں 1974ء کے ہنگاموں میں مخالفین نے ایک بار بھر سرتوڑ کوشش کی کہ جماعت کو ختم کر سکیں لیکن ہمیشہ کی طرح ناکام و نامراد رہے ۔ کئی خوش قسمت احمدیوں کے سرتن سے جدا کر دیئے گئے ان کی جائیدادیں لوٹ لی گئیں ، ان کے گھر جلا دئے گئے لیکن کوئی ان کے چہرے سے مسکراہٹ نہ چھین سکا ۔

خلافت رابعہ کا آغاز ہوا تو خلیفہ وقت کی مقناطیسی شخصیت اور برق رفتاری کو دیکھ کر مخالفین احمدیت کے اوسان خطا ہو گئے اور انہوں نے مخالفانہ کوششوں کو نقطہ عروج تک پہنچا دیا اور 1984ء میں رسوائے زمانہ سیاہ قانون جاری کر کے احمدیت کی ترقی کا راستہ بند کرنے کی ہر ممکن کوشش کی ۔ یہ ضرور ہوا کہ چند پاکبازوں نے شہادت کا جام پیا اور متعدد اسیران راہ مولا آج بھی کال کوٹھڑیوں کو بقعہ نور بنائے ہوئے ہیں لیکن خدا گواہ ہے کہ احمدیت کی ترقی پذیر دنیا پر طلوع ہونے والا سورج ہر روز مخالفین کی کوششوں پر ناکامی کی مہریں لگاتا ہے اور وہ جو احمدیت کو مٹا دینے کا زعم لے کر زبانیں دراز کر رہے تھے خدائے قادر و توانا نے ان کے پرخچے اڑا کر رکھ دیئے ! کہاں ہے وہ آمر جس نے کہا تھا کہ میری کرسی بہت مضبوط ہے اور میں احمدیوں کے ہاتھ میں کشکول پکڑا کر رہوں گا ، کہاں ہے وہ آمر

جس نے فرعون کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کہا تھا کہ میں احمدیت کے کینسر کو مٹا کر دم لوں گا - دیکھو ہمارے خدا نے ان دشمنان اسلام کے نام و نشان صفحہ ہستی سے مٹا کر رکھ دیئے - مردان حق ، خلفائے احمدیت کی دعاؤں نے نمردویت کو کچل کر رکھ دیا - کوئی تختہ دار پر نظر آیا ، تو کسی کے جسم کے ذرات خاک کا ڈھیر بن کر صحراؤں میں بکھر گئے ! کوئی سننے والا ہو تو سنے کہ احمدیت کے مخالفین کا یہ مقدر ہر دور میں رہا ہے اور مستقبل میں بھی ان کی تقدیر اس سے کچھ مختلف نہیں - خلافت کی برکت سے اور خلافت کے زیر سایہ جماعت احمدیہ کے لئے ایک فتح کے بعد دوسری فتح منتظر ہے اور ہمارے مخالفین کے نصیب میں ناکامی اور پھر ناکامی اور پھر ناکامی لکھی جا چکی ہے -

سنو ! کہ وہ جو خدا کی تائید سے بولتا ہے ، وہ جس کے سر پر خدا کا سایہ ہے ، وہ جسے خدا نے اس زمانہ میں کشتی اسلام کا محافظ اور مومنوں کا راہنما مقرر فرما دیا ہے - سنو اور توجہ سے سنو کہ وہ کیا فرماتا ہے - ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں :

" آئندہ بھی مخالفت ضرور ہوگی اس سے کوئی انکار نہیں کیونکہ جماعت کی تقدیر میں یہ لکھا ہے کہ مشکل راستوں سے گذرے اور ترقیات کے بعد نئی ترقیات کی منازل میں داخل ہو - یہ مشکلات ہی ہیں جو جماعت کی زندگی کا سامان مہیا کرتی ہیں - اس مخالفت کے بعد جو وسیع پیمانے پر اگلی مخالفت مجھے نظر آرہی ہے وہ ایک دو حکومتوں کا قصہ نہیں اس میں بڑی بڑی حکومتیں مل کر جماعت کو مٹانے کی سازشیں کریں گی اور جتنی بڑی سازشیں ہوں گی اتنی ہی بڑی ناکامی ان کے مقدر میں بھی لکھ دی جائے گی -

مجھ سے پہلے خلفاء نے آئندہ آنے والے خلفاء کو حوصلہ دیا تھا اور کہا تھا کہ تم خدا پر توکل رکھنا اور کسی مخالفت کا خوف نہیں کھانا - میں آئندہ آنے والے خلفاء کو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم بھی حوصلہ رکھنا اور میری طرح ہمت و صبر کے مظاہرے کرنا اور دنیا کی کسی طاقت سے خوف نہیں کھانا - وہ خدا جو ادنیٰ مخالفتوں کو مٹانے والا خدا ہے وہ آئندہ آنے والی زیادہ قوی مخالفتوں کو بھی چکنا چور کرکے رکھ دے گا اور دنیا سے ان کے نشان مٹا دے گا - جماعت احمدیہ نے بہرحال فتح کے بعد ایک اور فتح کی منزل میں داخل ہونا ہے - دنیا کی کوئی طاقت اس تقدیر کو بہرحال بدل نہیں سکتی - "

(خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 29 جولائی 1984ء بر موقع یورپین اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ)

برادران احمدیت ! ہماری کتنی خوش قسمتی اور سعادت ہے کہ آج دنیا کے پردہ پر صرف احمدیت ہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے خلافت کا بابرکت نظام عطا فرمایا ہے - مختلف طرز کے قیادت کے نظام تو نظر آتے ہیں لیکن کوئی ایسا قائد نہیں جس کو خدا نے مقرر کیا ہو - کوئی ایسا سربراہ نہیں جس کے سر پر خدا کا سایہ ہو ، کوئی ایسا نہیں جس کو خدائی مدد اور نصرت کا علم عطا کیا گیا ہو - کوئی نہیں جس کے قدموں میں خدائی اذن سے فتوحات بچھتی چلی جاتی ہوں -

ہم پر خدائے ذوالمنن کا یہ مزید احسان اور کرم ہے کہ ہمیں اس خلافت کے خدام ہونے کا شرف عطا کیا گیا ہے - خدا تعالیٰ نے ہمیں ایک عظیم امانت کا امین بنایا ہے - ایک عظیم الشان انعام سے نوازا ہے لیکن یاد رہے کہ یہ سعادت اپنے ساتھ عظیم ذمہ داریاں بھی لے کر آتی ہے - یہ انعام ہمیں اطاعت کی دعوت دیتا ہے - ایسی اطاعت کہ اپنا کچھ نہ رہے اور ہر حرکت و سکون آقا کے اشارے پر قربان ہونے کو بے تاب نظر آئے - یہ انعام ہمیں قربانی اور استقامت کے میدانوں کی طرف بلاتا ہے وہ میدان جن میں قرون اولیٰ اور اس دور آخرین کے صحابہؓ کی عظیم الشان قربانیوں کی داستانیں رقم ہیں ان داستانوں کو آج پھر سے زندہ کرنا ہمارا فرض ہے -

مکہ کی وادیوں میں گونجنے والی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صدائے احد احد کی بازگشت کو دہرانا آج ہمارا ذمہ ہے - دیکھو اور سنو کہ احد کے شہداء کی روحیں پکار پکار کر تمہیں دعوت دے رہی ہیں کہ جس طرح انہوں نے ہتھلیوں پر سر رکھ کر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے اور شمع رسالت پر آنچ نہ آنے دی - اسی طرح آج تم بھی پروانہ وار خلافت کا طواف کرو اور وقت آئے اور ضرورت پڑے تو فزت برب الکعبۃ کا نعرہ لگاتے ہوئے شہادت کی ابدی زندگی کے وارث بن جاؤ -

اے شمع خلافت کے پروانو ! گوش بر آواز آقا بن جاؤ - حضرت مقدادؓ نے ایک اعلان کیا تھا اور صحابہؓ نے اس کے ایک ایک حرف کو سچ کر دکھایا تھا اسی طرح آج تم بھی اس بات کا عزم کرو کہ ہم شمع خلافت کے دائیں بھی لڑیں گے ، اور بائیں بھی لڑیں گے ، آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے - اور دشمنان احمدیت اس وقت تک شمع خلافت تک نہیں پہنچ سکتے جب تک ہماری لاشوں کو روند کر نہ جائیں آئیے ہم خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر ایک بار پھر یہ عہد کریں کہ ہمارے سر تو تن سے جدا ہو سکتے ہیں لیکن ہمارے جیتے جی کوئی اس شمع خلافت کی طرف بری نیت سے پیش قدمی نہیں کر سکے گا - خدا کرے کہ ہم سب کی طرف سے ہمیشہ ہمارے محبوب امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور خلافت احمدیہ کے جاں نثار خدام میں ہمارا شمار ہو - آمین -

جب تک کہ خلافت کا یہ فیضان رہے گا
ہر دور میں ممتاز مسلمان رہے گا

خلافت روشنی صبح ازل کی
مقام اس کا ہے مضمر اُشجُدُوا میں

عروج آدم خاکی کی جھلکی
حکومت یہ خدائے لم یزل کی

مقام خلافت حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی نظر میں!

" آدم اور داؤد کا خلیفہ ہونا میں نے پہلے بیان کیا ۔ اور پھر اپنی سرکارؐ کے خلیفہ ابوبکرؓ اور عمرؓ کا ذکر کیا اور یہ بھی بتایا کہ جس طرح ابوبکرؓ اور عمرؓ خلیفہ ہوئے رضی اللہ عنہما ۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے مجھے مرزا صاحب علیہ السلام کے بعد خلیفہ کیا ... پس جب خلیفہ بنانا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے تو کسی اور کی کیا طاقت ہے کہ اس کے کام میں روک ڈالے ... میں جب مر جاؤں گا تو پھر وہی کھڑا ہو گا جس کو خدا چاہے گا اور خدا اس کو آپ کھڑا کر دے گا ۔ "

" اللہ تعالیٰ کی مشیت نے چاہا اور اپنے مصالح سے چاہا کہ مجھے تمہارا امام اور خلیفہ بنا دیا ۔ اور جو تمہارے خیال میں حقدار تھے ان کو بھی میرے سامنے جھکا دیا اب تم اعتراض کرنے والے کون ہو ۔ اگر اعتراض ہے تو جاؤ خدا پر اعتراض کرو ۔ مگر اس گستاخی اور بے ادبی کے نتیجہ سے بھی آگاہ رہو ... اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے جس کو حقدار سمجھا خلیفہ بنا دیا ۔ جو اس کی مخالفت کرتا ہے وہ جھوٹا اور فاسق ہے ۔
فرشتے بن کر اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کرو ۔ ابلیس نہ بنو ۔ "

(بدر 4 جولائی 1912ء)

خلافت کے متعلق ایک ضروری نصیحت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

" میں خدام کو یہ نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ وہ خلافت کی برکات کو یاد رکھیں ۔ اور کسی چیز کو یاد رکھنے کے لئے پرانی قوموں کا یہ دستور ہے کہ وہ سال میں اس کے لئے خاص طور پر ایک دن مناتی ہیں ۔ مثلاً شیعوں کو دیکھ لو ، وہ سال میں ایک دفعہ تعزیہ نکال لیتے ہیں تا قوم کو شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دن یاد رہے ۔ اسی طرح میں بھی خدام کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ سال میں ایک دن " خلافت ڈے " کے طور پر منایا کریں ۔ اس میں وہ خلافت کے قیام پر خداتعالیٰ کا شکریہ ادا کریں ۔ اور اپنی پرانی تاریخ کو دہرایا کریں ۔ اسی طرح وہ رویا اور کشوف بیان کئے جایا کریں جو وقت سے پہلے خداتعالیٰ نے مجھے دکھائے اور جن کو پورا کرکے خداتعالیٰ نے ثابت کر دیا کہ اس کی برکات اب بھی خلافت کے ساتھ وابستہ ہیں ۔ "

(روزنامہ الفضل ربوہ ۔ یکم مئی 1957ء)

سب برکتیں خلافت میں ہیں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

" اے دوستو ! میری آخری نصیحت یہ ہے کہ سب برکتیں خلافت میں ہیں ۔ نبوت ایک بیج ہوتی ہے جس کے بعد خلافت اس کی تاثیر کو دنیا میں پھیلا دیتی ہے ۔ تم خلافت حقہ کو مضبوطی سے پکڑو ۔ اور اس کی برکات سے دنیا کو متمتع کرو ۔ تا خدا تعالیٰ تم پر رحم کرے اور تم کو اس دنیا میں بھی اونچا کرے اور اس جہان میں بھی اونچا کرے ۔ تا مرگ اپنے وعدوں کو پورا کرتے رہو اور میری اولاد اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی اولاد کو بھی ان کے خاندان کے عہد یاد دلاتے رہو ۔ احمدیت کے مبلغ ، اسلام کے سچے سپاہی ثابت ہوں اور اس دنیا میں خدائے قدوس کے کارندے بنیں ۔ "

(روزنامہ الفضل ربوہ ۔ 20 مئی 1950ء)

کیا عوام کی تحریک سے خلافت بن سکتی ہے ؟

سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضور انور کے ساتھ اردو بولنے والے احباب کی ملاقات کا پروگرام 9 جون 1995ء کو نشر ہوا اور حضور ایدہ اللہ نے کیا عوام کی تحریک سے خلافت بن سکتی ہے ؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا :
عوام کی خلافت تو جمہوریت ہے اور وہ چل رہی ہے ۔ اللہ اپنا خلیفہ خود بناتا ہے ۔ اور تیسری خلافت وہ ہے جو خدا کے خلیفہ کا خلیفہ ہوتا ہے ۔ چنانچہ تمام انبیاء کی خلافت کا خدا نے خود انتظام کیا جو خلیفۃ اللہ کے بعد ہوتا ہے ۔ نبی کے وصال کے بعد خلافت کا قیام خداتعالیٰ کی ذمہ داری ہے اور اس کے لئے علاوہ اور شرائط کے خلافت پر ایمان رکھنا بھی ایک شرط ہے ۔
حضور نے آیت استخلاف کے حوالے سے فرمایا کہ کہ یہ بہت خوبصورت مضمون ہے کہ خدا سے خلافت پانے کے لئے اچھے اعمال کرنے پڑیں گے اور تمہارے اندر سے خلیفہ بنائے گا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خدا نے خلافت جاری فرمائی ۔ وہ خلافت جو خدا کی طرف سے قائم ہوتی ہے وہ دین کی تمکنت کو قائم کرتی ہے ۔ یہ خلافت حقہ کی علامت ہے ۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ ایک وقت میں دو خلیفہ نہیں ہوسکتے اس لئے بحث کا نچوڑ یہ ہے کہ خلافت حقہ کی تین نشانیاں ہیں ۔

1 ۔ تمکنت دین
2 ۔ خوف کی حالت کو امن اور بے خوفی کی حالت میں بدل دے گا
3 ۔ ملت واحدہ کا قیام

اور آیت کے آخر میں جس کفر کا ذکر ہے وہ خلافت کا کفر اور ناشکری

ہے ۔ تو اب بتائیں جب یہ لوگ خلیفۃ اللہ کا انکار کر بیٹھے ہیں تو خلافت انہیں کہاں سے ملے گی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جب نبی اللہ ظاہر ہوگا تو پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوگی ۔

حضور انور نے فرمایا کہ میں نے مخالفین کو چیلنج کیا تھا کہ اگر تم واقعی اپنی نیتوں میں سچے ہو تو خدا سے دعا کر کے مسیح کو اتار لاؤ تو ہم تمہیں ایک کروڑ روپیہ انعام دیں گے ۔ پھر ان سے یہ بھی پوچھو کہ تم کس طرح کی خلافت قائم کروگے ۔ خلیفہ سنی ہوگا یا شیعہ یا بریلوی ؟ انسان کے ہاتھوں بنائی ہوئی خلافت ناممکن ہے ۔

(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن ۔ 26 مارچ 1999ء)

کوئی بد خواہ اب خلافت کا بال بیکا نہیں کر سکتا !

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کا فرمان

" اس مخالفت کے بعد جو اگلی مخالفت مجھے نظر آ رہی ہے وسیع پیمانے پر وہ ایک دو حکومتوں کا قصہ نہیں ہے اس میں بڑی بڑی حکومتیں مل کر جماعت کو مٹانے کی سازشیں کریں گی اور جتنی بڑی سازشیں ہوں گی اتنی ہی بڑی ناکامی ان کے مقدر میں لکھی جائے گی ۔

مجھ سے پہلے خلفاء نے آئندہ آنے والے خلفاء کو حوصلہ دیا تھا اور کہا تھا کہ تم خدا پر توکل رکھنا اور کسی مخالفت کا خوف نہیں کھانا ۔ میں آئندہ آنے والے خلفاء کو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم بھی حوصلے رکھنا اور میری طرح ہمت اور صبر سے مظاہرے کرنا اور کسی دنیا کی طاقت سے خوف نہیں کھانا وہ خدا جو ادنیٰ مخالفتوں کو مٹانے والا خدا ہے وہ آئندہ آنے والی زیادہ قوی مخالفتوں کو بھی چکنا چور کر کے رکھ دے گا ۔ اور نشان مٹا دے گا ان کا دنیا سے ۔ جماعت احمدیہ نے بہرحال فتح کے بعد ایک فتح کی منزل میں داخل ہونا ہے ۔ کوئی دنیا کی طاقت اس تقدیر کو بہرحال بدل نہیں سکتی ۔ "

(بدر 23 اگست 1984ء)

" آئندہ انشاء اللہ خلافت احمدیہ کو بھی کبھی کوئی خطرہ لاحق نہیں ہو گا ۔ جماعت اپنی بلوغت کی عمر کو پہنچ چکی ہے ۔ کوئی بد خواہ اب خلافت کا بال بیکا نہیں کر سکتا اور جماعت اس شان سے ترقی کرے گی ۔ خدا کا یہ وعدہ پورا ہو گا ۔ کہ کم از کم ایک ہزار سال تک جماعت میں خلافت قائم رہے گی ۔ "

(خطبہ جمعہ 18 جون 1982ء بدر یکم جولائی 1982ء)

ختمِ نبوّت

دریا ہی نہیں کرتے ہیں کوزے میں جری بند
گر چاہیں تو کر سکتے ہیں شیشے میں پری بند

کیا کہنا شجاعت کا تری حضرتِ انساں
ہمّت سے تری بند ہے خُشکی، نہ تری بند

جب سیر و سیاحت کے لئے جیب میں دیکھا
پھر شملہ و کشمیر نہ ہے کوہ مری بند

القصہ ہر اِک قسم کی سب راہیں کُھلی ہیں
اک بند ہے ان پر تو فقط راہِ نبی بند

ان سادہ مزاجوں سے کوئی اتنا تو پوچھے
فیضانِ خداوند بھی ہوتے ہیں کبھی بند!

جب آپ کو تسلیم ہے قرآن کے ماتحت
صدیق نہ شہداء، نہ صالح نہ ولی بند

کیوں مصطفوی فیض کو بند آپ ہیں کرتے
اب تک نہیں دنیا میں اگر بوالہبی بند

مَغضُوب کی ضَالِین کی آمد ہے مسلسل
اَنعَمتَ عَلَیھِم کی ہوئی کب سے لڑی بند

کیوں کوثرِ نبوی کا ہوا بند تموّج
جب تشنہ لبوں کی ہی نہیں تشنہ لبی بند

جو بند کیا حق نے اُسے کھول دیا ہے
نے شرکِ خفی بند ہے نہ شرکِ جلی بند

گر زُلف بنانے کو ہے شانہ کی ضرورت
کیوں کر یہ بنے گی جو ہوئی شانہ گری بند

کیا فائدہ پھر جیب میں رکھنے کا پیالہ
جب وقت کی پڑتال پہ پاتے ہو گھڑی بند

مریم کے جگر بند کے آنے پہ نبوت
ہم آپ کی مانیں گے گر اس وقت رہی بند

جب تک ہے شہنشاہ کے ہاتھوں میں حکومت
نے تاج ہے مقصود نہ ہے تاج وری بند

جس راہ سے ملتا ہے حسنؔ آخری انعام
یہ لوگ اُسے کرتے ہیں اللہ غنی بند

حسن رہتاسی (مرحوم)

جماعت میں نمازوں۔ دعاؤں اور تعلق باللہ کو قائم رکھنا انصار اللہ کا کام ہے

(مجلس انصااللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع سے خطاب)

تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

آج انصار اللہ کی پہلی میٹنگ ہے۔ انصار کس جذبہ اور قربانی سے کام کرتے ہیں یہ تو آئندہ سال ہی بتائیں گے۔ مگر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ

جماعت کی دماغی نمائندگی انصار اللہ

کرتے ہیں اور اس کے دل اور ہاتھوں کی نمائندگی خدام الاحمدیہ کرتے ہیں۔ جب کسی قوم کے دماغ، دل اور ہاتھ ٹھیک ہوں تو وہ قوم بھی ٹھیک ہو جاتی ہے۔ پس میں پہلے تو انصار اللہ کو توجہ دلاتا ہوں کہ ان میں سے بہت سے وہ ہیں جو یا صحابی ہیں یا کسی صحابی کے بیٹے ہیں یا کسی صحابی کے شاگرد ہیں، اس لئے جماعت میں نمازوں، دعاؤں اور تعلق باللہ کو قائم رکھنا

ان کا کام

ہے۔ ان کو تہجد، ذکر الٰہی اور مساجد کی آبادی میں اتنا حصہ لینا چاہئے کہ نوجوان ان کو دیکھ کر خود ہی ان باتوں کی طرف مائل ہو جائیں۔ اصل میں تو جوانی کی عمر ہی وہ زمانہ ہے، جس میں تہجد، دعا اور ذکر الٰہی کی طاقت بھی ہوتی ہے اور مزہ بھی ہوتا ہے۔ لیکن عام طور پر جوانی کے زمانہ میں موت اور عاقبت کا خیال کم ہوتا ہے۔ اس وجہ سے نوجوان غافل ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر نوجوانی میں کسی کو یہ توفیق مل جائے تو وہ بہت ہی مبارک وجود ہوتا ہے۔ پس ایک طرف تو میں انصار اللہ کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے نمونہ سے اپنے بچوں، اپنے ہمسایہ کے بچوں اور اپنے دوستوں کے بچوں کو زندہ کریں۔ اور دوسری طرف میں خدام الاحمدیہ کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اتنا اعلیٰ درجہ کا نمونہ قائم کریں کہ نسلاً بعد نسل اسلام کی روح زندہ رہے۔ اسلام اپنی ذات میں تو کامل مذہب ہے لیکن اعلیٰ سے اعلیٰ شربت کے لئے بھی کسی گلاس کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح اسلام کی روح کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے کسی گلاس کی ضرورت ہے اور ہمارے خدام الاحمدیہ وہ گلاس ہیں جن میں اسلام کی روح کو قائم رکھا جائے گا اور ان کے ذریعہ اسے دوسروں تک پہنچایا جائے گا۔ دیکھو آخر ہم بھی انسان ہیں اور یہودی بھی انسان ہیں۔ ہمارا دین ان کے دین سے بہتر ہے اور ہمارا رسولؐ ان کے رسول سے افضل ہے۔ مگر یہودیوں کو فلسطین سے نکال دیا گیا تو وہ اسے دو ہزار سال تک نہیں بھولے۔ بلکہ اتنے لمبے عرصہ تک انہیں یہ یاد رہا کہ انہوں نے فلسطین میں دوبارہ یہودی اثر کو قائم کرنا ہے۔ اور آخر وہ دن آگیا۔ اب وہ فلسطین پر قابض ہیں۔ ہمیں اس بات پر غصہ تو آتا ہے اور ہم حکومتوں کو اس طرف توجہ بھی دلاتے ہیں،

اور خدا تعالیٰ نے توفیق دی تو انہیں توجہ دلاتے رہیں گے کہ اب یہ اسلامی علاقہ ہے یہودیوں کا نہیں، اس لئے یہ مسلمانوں کو ملنا چاہئے۔ مگر ہم اس بات کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ یہودیوں نے دو ہزار سال تک اس بات کو یاد رکھا، جو دوسری قومیں بعض دفعہ بیس سال یا سو سال تک بھی یاد نہیں رکھ سکتیں۔

پس یاد رکھو کہ

اشاعت دین

کوئی معمولی چیز نہیں، یہ بعض دفعہ جلدی بھی ہو جاتی ہے جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ۲۳ سال میں ہو گئی۔ اور پھر مزید اشاعت کوئی ۵۰ سال میں ہو گئی۔ مگر کبھی کبھی یہ سینکڑوں سال بھی لے لیتی ہے جیسے حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں اس نے ایک سو سال کا عرصہ لیا۔ اور کبھی یہ ہزاروں سال کا عرصہ بھی لے لیتی ہے۔ چنانچہ دیکھو لو، یہودیوں کا دنیوی نفوذ تو بہت کم عرصہ میں ہو گیا تھا لیکن دوسری قوموں کی ہمدردی انہیں دو ہزار سال بعد جا کر حاصل ہوئی۔ جب لوگوں کو یہ محسوس ہو جاتا ہے کہ کوئی قوم اپنے آثار اور اپنی تعلیمات کو قائم رکھنے کے لئے ہر وقت تیار ہے اور آئندہ بھی تیار رہے گی۔ تو اس قوم کے دشمن بھی اس کے ہمدرد ہو جاتے ہیں۔ کیا یہ لطیفہ نہیں کہ عیسائیوں نے ہی یہودیوں کو فلسطین سے باہر نکالا تھا۔ اور اب عیسائی ہی انہیں فلسطین میں واپس لائے ہیں۔ دیکھو یہ کیسی عجیب بات ہے۔ آج سب سے زیادہ یہودیوں کے خیر خواہ امریکہ اور انگلینڈ ہیں۔ اور یہ دونوں ملک عیسائیوں کے گڑھ ہیں۔ فلسطین سے یہودیوں کو نکالا بھی عیسائیوں نے ہی تھا۔ مگر وہی آج ان کے زیادہ ہمدرد ہیں۔ گویا ایک لمبی قربانی کے بعد ان کے دل بھی پسیج گئے۔ پس ہمیشہ ہی اسلام کی روح کو قائم رکھو، اس کی تعلیم کو قائم رکھو اور یاد رکھو کہ قومیں نوجوانوں کی دینی زندگی کے ساتھ ہی قائم رہتی ہیں۔ اگر آنے والے کمزور ہو جائیں تو وہ قوم گر جاتی ہے۔ مگر کوئی انسان یہ کام نہیں کر سکتا صرف اللہ ہی یہ کام کر سکتا ہے۔ انسان کی عمر تو زیادہ سے زیادہ ۶۰، ۷۰، ۸۰ سال تک چلی جائے گی مگر قوموں کی زندگی کا عرصہ تو سینکڑوں ہزاروں سال تک جاتا ہے۔ دیکھو مسیح علیہ السلام کی قوم بھی دو ہزار سال سے زندہ ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم ۱۳۰۰ سال سے زندہ ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ جب تک دنیا قائم رہے گی یہ بڑھتی چلی جائے گی۔ تم بھی ایک عظیم الشان کام کے لئے کھڑے ہوئے ہو۔ پس اس روح کو قائم رکھنا، اسے زندہ رکھنا اور ایسے نوجوان جو پہلوں سے زیادہ جوشیلے ہوں، پیدا کرنا تمہارا کام ہے۔ ایک بہت بڑا کام تمہارے سپرد ہے۔ عیسائی دنیا کو مسلمان بنانا اس سے بھی زیادہ مشکل کام ہے، جتنا عیسائی دنیا کو یہودیوں کا ہمدرد بنانا۔ کیونکہ عیسائی دنیا کو ہمدرد بنانے میں تو صرف دماغ کو فتح کیا جاتا ہے۔ لیکن عیسائیوں کو مسلمان بنانے میں دل اور دماغ دونوں کو فتح کرنا پڑے گا۔ اور یہ کام بہت زیادہ مشکل ہے۔

پس دعاؤں میں لگے رہو اور اپنے کام کو تاقیامت زندہ رکھو۔ محاورہ کے مطابق میرے منہ سے "تاقیامت" کے الفاظ نکلتے ہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں "تا قیامت" بھی درست نہیں۔ قیامتیں کئی قسم کی ہوتیں ہیں۔ پس میں تو کہوں گا کہ تم اسے

ابدی زمانہ تک قائم رکھو

کیونکہ تم ازلی اور ابدی خدا کے بندے ہو۔ اس لئے ابد تک اس نور کو جو تمہارے سپرد کیا گیا ہے قائم رکھو' اور محمدی نور کو دنیا میں پھیلاتے چلے جاؤ' یہاں تک کہ ساری دنیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے لگ جائے اور یہ دنیا بدل جائے اور خدا تعالیٰ کی بادشاہت جو آسمان پر ہے زمین پر بھی آ جائے۔

میں بیمار ہوں زیادہ لمبی تقریر نہیں کر سکتا۔ اس لئے میں مختصر سی دعا کر کے رخصت ہو جاؤں گا۔ میں نے اپنی مختصر تقریر میں خدام کو بھی نصیحت کر دی ہے اور انصار اللہ کو بھی۔ مجھے امید ہے کہ دونوں میری ان مختصر باتوں کو یاد رکھیں گے۔ اپنے اپنے فرائض کو ادا کریں گے اور اپنے اپنے علاقوں میں ایسے اعلیٰ نمونے پیش کریں گے کہ لوگ ان کے نمونے دیکھ کر ہی احمدیت میں داخل ہونے لگ جائیں۔ مجھے تو یہ دیکھ کر گھبراہٹ ہوتی ہے کہ تحریک جدید کا چندہ دو تین لاکھ روپے سالانہ ہوتا ہے۔ اور وہ بھی بڑا زور لگا کر۔ حالانکہ کام کے لحاظ سے دو تین کروڑ بھی تھوڑا ہے۔ صدر انجمن احمدیہ کا سالانہ چندہ دس گیارہ لاکھ روپیہ ہوتا ہے۔ حالانکہ کام کے پھیلاؤ کو تو جانے دو' جو صدر انجمن احمدیہ کے ادارے ہیں ان کو بھی صحیح طور پر چلانے کے لئے ۳۰'۴۰ لاکھ روپیہ چندہ ہونا چاہئے۔ مگر ۳۰'۴۰ لاکھ چندہ تو تبھی ہو گا جب جماعت چار پانچ گنے زیادہ بڑھ جائے۔ مگر اب تو ہمارے مبلغ ایسے پست ہمت ہیں کہ جب کسی مبلغ سے پوچھا جائے تبلیغ کا کیا حال ہے۔ تو وہ کہتا ہے۔ جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے ترقی کر رہی ہے۔ اس سال جماعت میں دو آدمی اور شامل ہو گئے ہیں۔ اگر تبلیغ کی یہی حالت رہی تو کسی ایک ملک میں دو لاکھ احمدی بنانے کے لئے ایک لاکھ سال چاہئیں۔

پس دعائیں کرو اور خدا تعالیٰ کے حضور میں اتنا گڑگڑاؤ اور اتنی کوششیں کرو کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے آسمان سے تمہاری مدد کے لئے اتر آئیں۔ انسانی زندگیاں محدود ہیں مگر ہمارا خدا ازلی ابدی خدا ہے۔ اس لئے اگر وہ یہ بوجھ جو ہم نہیں اٹھا سکتے آپ اٹھا لے' تو فکر کی کوئی بات نہیں۔ جب تک ہم یہ کام انسان کے ذمہ سمجھتے ہیں تب تک فکر رہے گا۔ کیونکہ انسان تو کچھ مدت تک زندہ رہے گا پھر فوت ہو جائے گا۔ مگر خدا تعالیٰ خود اس بوجھ کو اٹھا لے تو فکر کی کوئی بات نہیں۔ یہ اسی کا کام ہے اور اسی کو سجتا ہے اور جب خدا تعالیٰ خود اس بوجھ کو اٹھا لے گا تو پھر اس کے لئے زمانہ کا کوئی سوال نہیں رہے گا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے ساتھ صدیاں تعلق نہیں رکھتیں' ان کا تعلق تو ہمارے ساتھ ہے۔ ورنہ خدا تعالیٰ تو ازلی ابدی خدا ہے۔ پس دعائیں کرو کہ اللہ تعالیٰ تم کو بھی اور مجھے بھی توفیق دے کہ ہم ثواب حاصل کریں۔ لیکن جو اصل چیز ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ یہ بوجھ خود اٹھا لے۔ تاکہ آئندہ ہمارے لئے کوئی فکر کی بات نہ رہے۔

(خطاب فرمودہ ۱۸۔ نومبر ۱۹۵۵ء۔ بحوالہ الفضل ۱۵۔ دسمبر ۱۹۵۵ء صفحہ ۴)

وقفِ نو بچوں کی تربیت کیلئے قیمتی نصائح

(فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مورخہ 10 فروری 1989ء)

ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے واقفین نو بچوں کی تربیت کیلئے بہت قیمتی نصائح فرمائیں۔ جنہیں حضور انور نے ان بچوں کی تربیت میں خصوصیت سے پیش نظر رکھنے کی تلقین فرمائی۔ حضور انور کی یہ نصائح ذیل میں پیش ہیں:۔

سچ سے محبت

مثلاً یہ کہ وقفِ نو میں شامل ہر بچہ کو بچپن سے ہی سچ سے محبت اور جھوٹ سے نفرت ہونی چاہئے اور یہ نفرت ماں کے دودھ اور باپ کی پرورش کی بانہوں میں اسے ملنی چاہئے اس کا مطلب یہ ہے کہ والدین کو ان بچوں کی خاطر اپنی تربیت کی طرف بھی توجہ کرنا ہوگی اور پہلے سے بہت بڑھ کر سچا ہونا پڑے گا۔ کیونکہ خدا کی ایک مقدس امانت اب آپ کے گھر میں پل رہی ہے اس مقدس امانت کے کچھ تقاضے ہیں جن کو آپ نے بہرحال پورا کرنا ہے۔

قناعت

قناعت کا واقفین کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے۔ بچپن ہی سے ان بچوں کو قانع بنانا اور حرص و ہوا سے بے رغبتی پیدا کرنی چاہئے۔ دیانت اور امانت کے اعلیٰ مقام تک ان کو پہنچانا ضروری ہے۔

مزاج میں شگفتگی

بچپن سے ہی ان کے اندر مزاج میں شگفتگی پیدا کرنی چاہئے۔ ترش روئی وقف کے پہلو بہ پہلو نہیں چل سکتی۔ ترش رُو واقفین زندگی ہمیشہ جماعت میں مسائل پیدا کیا کرتے ہیں۔ اس لئے خوش مزاجی اور تحمل بھی واقفین بچوں میں بہت ضروری ہے۔ مزاح اچھی چیز ہے لیکن اس کے اندر پاکیزگی اور لطافت ہونی چاہئے...... اپنے گھر میں اچھے مزاح کو تو جاری کریں لیکن بُرے مزاح کے خلاف بچوں کے دل میں بچپن سے ہی نفرت اور کراہت پیدا کریں۔

غناء

قناعت کے بعد پھر غناء کا مقام آتا ہے۔ غناء کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ غریب کی ضرورت سے انسان غنی ہو جائے۔ اس لئے واقفین بچے ایسے ہونے چاہئیں جو غریب کی تکلیف سے غنی نہ بنیں لیکن امیر کی امارت سے غنی ہو جائیں اور کسی کو اچھا دیکھ کر ان کو تکلیف نہ پہنچے۔ لیکن کسی کو تکلیف میں دیکھ کر وہ ضرور تکلیف محسوس کریں۔

قرآن کریم کی تعلیم

جہاں تک ان کی تعلیم کا تعلق ہے۔ جامعہ کی تعلیم کا زمانہ تو بعد میں آئے گا لیکن ابتداء ہی سے ایسے بچوں کو قرآن کریم کی تعلیم کی طرف سنجیدگی سے متوجہ کرنا چاہئے اور اس سلسلہ میں نظام جماعت بھی (اللہ نے چاہا تو) ضرور پروگرام بنائے گا۔ والدین نظام جماعت سے رابطہ رکھیں اور جب بچے اس عمر میں پہنچیں جہاں وہ قرآن کریم اور دینی باتیں پڑھنے کے لائق ہو سکیں تو اپنے علاقہ کے نظام سے یا مرکز کو لکھ کر معلوم کریں کہ اب ہم کس طرح ان کو اعلیٰ درجہ کی قرآن خوانی اور پھر قرآن کے مطالب بھی سکھا سکتے ہیں۔ ایسے گھروں میں جہاں واقفین زندگی ہیں وہاں تلاوت کے اس پہلو پر بہت زور دینا چاہئے کہ خواہ تھوڑا پڑھایا جائے لیکن ترجمے اور مطالب کے بیان کے ساتھ پڑھایا جائے۔

نماز کی پابندی

نماز کی پابندی اور نماز کے لوازمات کے متعلق بچپن سے تعلیم دینا اور سکھانا بھی جامعہ میں آکر سیکھنے والی باتیں نہیں۔ ماں باپ کی تربیت کے نیچے یہ باتیں بچوں کو آجانی چاہئے۔ اور اس کے علاوہ تعلیم میں وسعت پیدا کرنے کی طرف توجہ کرنی چاہئے، اور دینی تعلیم میں وسعت کا ایک طریق یہ ہے کہ مرکزی اخبار اور رسائل کا مطالعہ رہے۔

علمی بنیاد وسیع کریں

واقفین بچوں کی علمی بنیاد وسیع ہونی چاہئے۔ عام طور پر دینی علماء دین کے دائرے سے باہر دیگر دنیا کے دائروں میں بالکل لاعلم ہوتے ہیں اور اس نے دین حق کو وہ شدید نقصان پہنچایا ہے کہ مذاہب کے زوال کی یہ ایک بہت ہی اہم وجہ ہے۔ اس لئے جماعت کو اس سے سبق سیکھنا چاہئے اور وسیع علم کی بنیاد پر قائم دینی علم کو فروغ دینا چاہئے۔

غصہ کو ضبط کرنے کی عادت

ایسے واقفین بچے چاہئیں جن کو شروع ہی سے اپنے غصہ کو ضبط کرنے کی عادت ہونی چاہئے۔ جن کو اپنے سے کم علم کو حقارت سے نہیں دیکھنا چاہئے۔ جن کو یہ حوصلہ ہو کہ وہ مخالفانہ باتیں سنیں اور تحمل کا ثبوت دیں۔ جب ان سے کوئی بات پوچھی جائے تو وہ ایک دم سے کوئی بات نہ نکالیں بلکہ کچھ غور کر کے جواب دیں۔

دیانت

دیانت پر بہت زور ہونا چاہئے۔ اموال میں خیانت کی کمزوری اگر واقفین میں پائی جائے تو اس کے نہایت ہی خطرناک نتائج نکلتے ہیں۔ دیانت کا ہماری شہ رگ کی حفاظت سے تعلق ہے۔ کیونکہ جماعت احمدیہ کا سارا مالی نظام اعتماد اور دیانت کی وجہ سے جاری ہے۔ اس لئے واقفین نو کو مالی لحاظ سے بہت ہی درست ہونا چاہئے۔

تقویٰ کی تربیت

ماں باپ اگر بار یک نظر سے اپنے بچوں کی تربیت کر رہے ہوں تو عظیم مستقبل کی تعمیر کر رہے ہوتے ہیں یہ جتنی باتیں میں کہہ رہا ہوں ان کا اصل میں تقویٰ سے ہی تعلق ہے اور واقفین کو ہمیں نہایت لطیف رنگ میں تقویٰ کی تربیت دینی چاہئے اس کے علاوہ سخت جانی کی عادت ڈالنا، نظام جماعت کی اطاعت کی بچپن سے عادت ڈالنا، ذیلی تنظیموں سے وابستہ کرنا بہت ضروری ہے۔

واقفین بچوں کو وفا سکھائیں

حضور نے فرمایا:۔

ایک بات میں آخر میں یہ کہنی چاہتا ہوں کہ ان کو وفا سکھائیں۔ وقف زندگی کا وفا سے بہت گہرا تعلق ہے۔ آپ نے اپنے بچوں کو وقف کرنے کا جو فیصلہ کیا ہے اس کے نتیجہ میں یا تو یہ

(باقی صفحہ ۳۳ پر)

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاہد۔ مؤرخ احمدیت

پاکستانی پریس میں حکم عدل حضرت مسیح موعودؑ کے سو سالہ فیصلہ کی قبولیت

حکم عدل سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے آج سے ایک صدی قبل جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۰۱ء سے خطاب عام کرتے ہوئے فرمایا:

"مسیح موعود دنیا میں آیا تا کہ دین کے نام سے تلوار اٹھانے کے خیال کو دُور کرے اور اپنی حُجج اور براہین سے ثابت کر دکھائے کہ اسلام ایسا مذہب ہے جو اپنی اشاعت میں تلوار کا ہرگز محتاج نہیں بلکہ اس کی تعلیم کی ذاتی خوبیاں اور اس کے حقائق و معارف و حُجج و براہین اور خدا تعالیٰ کی زندہ تائیدات اور نشانات اور اس کا ذاتی جذب ایسی چیزیں ہیں جو ہمیشہ اس کی ترقی اور اشاعت کا موجب ہوئی ہیں.......... مفسدوں کو غازی کہنا سراسر نادانی اور جہالت ہے۔ اگر کوئی جاہل مسلمان اُن کے ساتھ ذرا بھی ہمدردی رکھتا ہے اس خیال سے کہ وہ جہاد کرتے ہیں۔ مَیں سچ کہتا ہوں کہ وہ اسلام کا دشمن ہے جو مفسد کا نام غازی رکھتا ہے اور اسلام کو بدنام کرنے والوں کی تعریف کرتا ہے"۔

(ملفوظات جلد دوم طبع دوم صفحہ ۱۲۸)

ازاں بعد ۲۵؍اکتوبر ۱۹۰۵ء کو دہلی میں بعض مدرسوں کے علماء اور ان کے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے واضح فرمایا کہ:

"اگر تم نے جنگوں سے فتح پانی ہوتی اور تمہارے لئے لڑائیاں کرنا مقدر تھا تو خدا تعالیٰ تم کو ہتھیار دیتا.......... بلکہ سلطان روم کو بھی ہتھیاروں کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ جرمن یا انگلستان وغیرہ ممالک سے بنواتا ہے اور آلاتِ حرب عیسائیوں سے خرید کرتا ہے۔ چونکہ اس زمانہ کے واسطے مقدر نہ تھا کہ مسلمان جنگ کریں اس واسطے خدا تعالیٰ نے ایک اور راہ اختیار کی۔

ہاں صلاح الدین وغیرہ بادشاہوں کے وقت ان باتوں کی ضرورت تھی۔ تب خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کی اور کفار پر ان کو فتح دی۔ مگر اب تو مذہب کے واسطے کوئی جنگ نہیں کرتا۔ اب تو لاکھ لاکھ پرچہ اسلام کے برخلاف نکلتا ہے۔ جیسا ہتھیار مخالف کا ہے ویسا ہی ہتھیار ہم کو بھی تیار کرنا چاہئے۔ یہی حکم خداوندی ہے۔

اب اگر کوئی خونی مہدی آجائے اور لوگوں کے سر کاٹنے لگے تو یہ بے فائدہ ہوگا...... مارنے سے کسی کی تشفی نہیں ہوسکتی۔ سر کاٹنے سے دلوں کے شبہات دُور نہیں ہوسکتے۔ خدا تعالیٰ کا مذہب جبر کا مذہب نہیں ہے۔ اسلام نے پہلے بھی کبھی پیش دستی نہیں کی۔ جب بہت ظلم صحابہؓ پر ہوا تو دشمنوں کو دفع کرنے کے واسطے جہاد کیا گیا تھا۔ خدا تعالیٰ کی حکمت کے مطابق کسی کی دانائی نہیں۔ ہر ایک شخص کو چاہئے کہ اس معاملہ میں دعا کرے اور دیکھے کہ اس وقت اسلام کی تائید کی ضرورت ہے یا نہیں۔ جسم پر غالب آنا کوئی شے نہیں اصل بات یہ ہے کہ دلوں کو فتح کیا جائے"۔

(ملفوظات جلد چہارم۔ (طبع جدید) صفحہ ۲۹۶، ۲۹۷)

حضرت اقدس کو قیام جماعت اور بیعت کی اجازت سے بھی پانچ سال پیشتر یہ الہامی بشارت دی گئی کہ:

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کر دے گا"۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۵۵۷ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴ مطبوعہ ۱۸۸۴ء مطبع ریاض ہند امرتسر باہتمام محمد حسین مرادآبادی)

پاکستانی پریس میں بازگشت

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی اس الہامی بشارت کے مطابق "بڑے زور آور حملوں" کے نتیجہ میں پوری دنیائے اسلام اور تمام مسلم ممالک کے ذی شعور و دانشمند عوام عملاً حکم عدل کے سو سالہ فیصلہ کی زبردست تائید کر رہے ہیں اور سرکاری سطح سے عوامی حد تک (الا ماشاء اللہ) ہر مرحلہ پر اُسے عالمی پذیرائی اور قبولیت حاصل ہو رہی ہے۔ جہاں تک پاکستانی پریس کا تعلق ہے پاکستان کے ایک نامور اہل قلم، ادیب اور کالم نگار جناب خالد جاوید جان کا ایک تازہ حقیقت افروز نوٹ زیر عنوان "کیا یہ عالمی "مذہبی جنگ" بن جائے گی" ملاحظہ ہو۔ آپ اپنے طویل نوٹ میں رقمطراز ہیں:۔

"دنیا کی تاریخ میں اکثر اوقات جہاں بھی مذہب کو جنگ میں استعمال کیا گیا وہاں نتائج کافی ہولناک نکلے ہیں...... اس سب کے باوجود کچھ شاطر ذاتی و قومی مفادات کی جنگ کو مذہبی جنگ بنانے میں کامیاب ہو ہی جاتے ہیں۔ جب ہم حالیہ افغان امریکہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں یہ خطرہ بہت زیادہ محسوس ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ وہی امریکہ ہے جس نے پہلے سوویت یونین کے خلاف ہونے والی جنگ میں افغان مجاہدین کی ہر طرح مدد کی اور اپنے مفادات کے تحت اسے مقدس جنگ جہاد تک قرار دے دیا...... اب افغانیوں کے وہی عیسائی اتحادی (امریکہ اور مغربی ممالک) دنیا بھر کی مسلمان حکومتوں اور شمالی اتحاد کے افغان مسلمانوں کے ساتھ مل کر طالبان کے خلاف برسرپیکار ہوگئے ہیں تو اسے بھی "جہاد" کا نام دیا جارہا ہے۔ حقیقت تو یہ

ہے کہ نہ وہ جنگ جہاد تھی اور نہ یہ جنگ جہاد ہے"۔

"پہلی بات تو یہ ہے کہ اسلام کی حقیقی روح کے مطابق پورے عالم اسلام میں کوئی حکومت اسلامی ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ اسلام کسی ایسے اقتدار کو تسلیم نہیں کرتا جو جبر اور زبردستی کے ذریعہ حاصل کیا جائے...... اسلام دنیا کا پہلا مذہب ہے جس نے سیاسی نظام میں جمہوریت یا عوام کی رائے یا انتخاب کو بنیادی حیثیت دی ہے۔ لہٰذا جو حکومت اسلامی ہونے کی بنیادی شرط پوری نہیں کرتی اس کے تحفظ کے لئے لڑی جانے والی جنگ بھی مقدس جنگ یا جہاد نہیں ہو سکتی۔ جنگ کربلا کا بنیادی پیغام یہی تھا"۔

"اسلام کی غلط تشریح کرنے والے اور اپنے مصائب کے حقیقی اسباب سے آنکھیں بند کرنے والے لوگوں کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہ جاتا کہ وہ اقوام کی مفاداتی اور بالادستی کی جنگ کو مذہبی جنگ قرار دے کر اس تلوار کے زور پر، غیر مسلموں سے اپنا کھویا ہوا وقار اور اقتدار حاصل کرنے کا نعرہ لگائیں جو تلوار بھی غیر مسلموں کے کارخانوں میں تیار ہوتی ہے"۔

"بلا شبہ ترقی یافتہ اقوام آج غاصب اور سامراج کا روپ دھار چکی ہیں۔ لیکن ان کا مقابلہ کرنے کے لئے انہی سے مانگے ہوئے ہتھیاروں کی بجائے ہمیں بوسیدہ نظاموں کو بدلنا ہوگا.......... ورنہ جیسے قرائن بتاتے ہیں اگر عالم اسلام نے اسے مسلم اور غیر مسلم اقوام کے درمیان مذہبی جنگ بنا دیا تو بھی سب سے زیادہ نقصان مسلمانوں کو ہی پہنچے گا"۔ (اخبار 'دن' ۱۲/اکتوبر ۲۰۰۱ء، صفحہ ۱)

اے کاش اپنے اقتدار اور مفادات کی جنگ کے لئے "جہاد" کا مقدس نام استعمال کرنے والے بدنام زمانہ طائفے ان حقائق پر خدا ترسی اور ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی توفیق پا سکیں!!!

بقیہ صفحہ ۳۱

بقیہ صفحہ ۳۱

بچے عظیم اولیاء بنیں گے یا پھر عام حال سے بھی جاتے رہیں گے۔ اس لئے بہت احتیاط پیار و محبت سے ان کی تربیت کریں اور ان کو وفا کے سبق دیں تا کہ وہ آئندہ صدی کی عظیم لیڈرشپ کے اہل بن سکیں۔ وقف کا معاملہ بہت اہم ہے۔ ان کو سمجھائیں کہ خدا کے ساتھ یہ عہد ہم نے تو بڑے خلوص کے ساتھ کیا ہے۔ اگر تم اس بات کے متحمل نہیں ہو تو تمہیں اجازت ہے کہ تم واپس چلے جاؤ...... وقف وہی ہے جو وفا کے ساتھ تا دمِ آخر قائم رہتا ہے۔ ہر قسم کے زخموں کے باوجود گھسٹتا ہوا بھی انسان اسی راہ پر بڑھتا ہے واپس نہیں مڑا کرتا۔ ایسے وقف کیلئے اپنی آئندہ نسلوں کو تیار کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم واقفین کی ایک ایسی فوج خدا کی راہ میں پیش کریں جو ہر قسم کے ان ہتھیاروں سے مزین ہو جو خدا تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کیلئے ضروری ہوا کرتے ہیں۔

☆☆☆

جماعت احمدیہ برطانیہ کا جلسہ سالانہ

۲۶/، ۲۷/، ۲۸/ جولائی ۲۰۰۲ء بمطابق جمعہ، ہفتہ، اتوار

اسلام آباد ٹلفورڈ میں منعقد ہوگا۔ انشاءاللہ

احباب سے اس جلسہ کے ہر لحاظ سے کامیاب اور بابرکت ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

تبلیغ کا گر

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کی طرف جانے کا حکم فرمایا تو انہوں نے دعا کی کہ ﴿رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ . وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ . یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ ﴾۔
(سورۃ طٰہٰ:۲۶تا ۲۹)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ہم نے موسیٰ سے کہا کہ اب فرعون کی طرف جا کیونکہ وہ سرکش ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: الٰہی مَیں جاتا تو ہوں لیکن آپ میرے سینہ کو کھول دیجئے اور میرے کام کو آسان کر دیجئے اور میری زبان کو چلا دیجئے اور اس کی ساری گرہیں کھول دیجئے تاکہ فرعون اور اس کے ساتھی میری بات کو سمجھ سکیں۔ کیونکہ جو پیغام مجھے دیا گیا ہے اُس کو ان لوگوں کے لئے سمجھنا بڑا مشکل ہے۔

اس دُعا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہلے یہ کہا کہ اے میرے رب میرا سینہ کھول دے یعنی میری اندر اس کام کے لئے ایک قسم کی دیوانگی جوش اور ولولہ پیدا فرما دے۔ اور میرے معاملہ میں میرے لئے آسانیاں پیدا کر دے۔ یعنی ایسی تعلیم اور ایسے احکام مجھے دے کہ لوگ اس کو ماننے کے لئے تیار ہوں۔ اور اسی طرح وہ تعلیم ایسی اعلیٰ درجہ کی ہو کہ جس کا پھیلانا آسان ہو اور پھر مجھے اس کے بیان کرنے کی بھی توفیق عطا فرما تا مَیں اسے عمدہ طریق سے پیش کر سکوں۔ اور اس کے بعد اے میرے خدا لوگوں کی طبائع اس طرف پھیر دے تاکہ وہ اس تعلیم کی طرف توجہ کرنے لگیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دُعا سے ظاہر ہے کہ ہدایت در حقیقت خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے آتی ہے۔ تقریروں اور دلیلوں سے نہیں آتی۔ اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ الٰہی جو تعلیم مَیں دوں اُس پر خود بھی عمل کروں اور دوسرے لوگ بھی اس کو آسانی سے مان لیں۔

اس آیت میں تبلیغ کا یہ گُر بتایا گیا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ دعا کرتا رہے۔ پس ہمارے مبلغین کو یہ دعا بار بار مانگتے رہنا چاہئے''۔ (تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ ۴۲۰، ۴۲۱)

بقیہ صفحہ ۶

سے گذارش ہے کہ وہ اپنی درخواستیں مع ضروری کوائف 30 جون 2002ء تک ارسال کر دیں۔ اس سلسلہ میں ایسے طلباء کو ترجیح دی جائے جو قرآن کریم کی قرات، عربی، اردو اور فرانسیسی زبان کا بنیادی علم رکھتے ہوں۔

☆ جامعہ احمدیہ کینیڈا کے لئے مخلص اور تجربہ کار عملہ اور کارکنان کی ضرورت ہے

☆ ابتدائی مرحلہ میں ستمبر 2003ء سے تین جز وقتی اور ایک کل وقتی اساتذہ کرام کی ضرورت ہے۔ ایسے اساتذہ کرام جو قرآن کریم کی قرات، قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ، عربی، اردو، انگریزی اور فرانسیسی زبانیں بھی پڑھا سکیں۔ اس سلسلہ میں درخواستیں مع ضروری کوائف 31 اگست 2002ء سے قبل بھجوا دی جائیں۔

☆ مئی 2002ء سے پرنسپل کے دفتر کے لئے ایک کل وقتی سیکرٹری کی ضرورت ہے جو کمپیوٹر، اکاؤنٹس اور لائبریری کے انتظام کا بنیادی تجربہ رکھتے ہوں۔ اس سلسلہ میں درخواستیں مع ضروری کوائف 30 اپریل 2002ء سے قبل ارسال کر دی جائیں۔

☆ جامعہ احمدیہ کینیڈا کی لائبریری کے لئے ایسے علم دوست حضرات جو اپنی مذہبی اور حوالہ جاتی کتب لائبریری کو بطور عطیہ دینا چاہیں وہ رابطہ فرمائیں۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

☆ جامعہ احمدیہ کینیڈا میں داخلہ اور دیگر تمام امور کے لئے درخواستیں مقامی صدر صاحبان کی تصدیق کے ساتھ درج ذیل پتہ پر ارسال فرمائیں۔

مبارک احمد نذیر
پرنسپل، جامعہ احمدیہ کینیڈا
مسجد بیت الحمد
1194 Matheson Boulevard East
Mississauga, Ontario L4W 1Y2

...... حیا کا پردہ ......

بعض احمدی خاندان اپنی خاندانی وجاہت اور خاندانی روایات کو پیش نظر رکھتے ہوئے پردے کی پابندی اختیار کرنے کے لئے بھی آمادہ نہیں ہوتے اور اس طرح بعض روشن خیال دنیادار خاندان غیروں کی اونچی سوسائٹی کی نقالی کی وجہ سے پردہ کی پابندی اختیار کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں کیونکہ انہیں اپنی دنیوی ترقیات کے امکانات اور اپنا روشن مستقبل مخلوط معاشرہ میں نظر آتا ہے گویا وہ ایک لحاظ سے احمدیت میں رہتے ہوئے بھی اسلامی معاشرت سے نکل کر بھی وہ اپنا الگ جزیرہ بنا کر بھی شرمندہ نہیں ہوتے بلکہ ایسے لوگ پردہ کرنے والے خاندانوں کو ادنیٰ اور اپنے آپ کو اعلیٰ تصور کرنا شروع کر دیتے ہیں یورپ میں یہ غلط رُجحان بعض احمدی گھرانوں میں پیدا ہو رہا ہے اس بارے میں حضور انور فرماتے ہیں:-

''اس کے پیچھے وہ ہیں جو پردے کو بے عزتی سمجھتی ہیں اور پردے سے شرماتی ہیں۔ انکا پردہ چھوڑنا ضرورت کے نتیجہ میں نہیں بلکہ پردے کے حکم سے حیا کرتی ہیں اپنا جسم دکھانے میں انکو حیا محسوس نہیں ہوتی مگر قرآنی سنت کو اختیار کرنے میں ان کا دل حیا محسوس کرتا ہے۔ اس پہلو سے بعض خاندان ہیں جماعت احمدیہ میں بعض دوسری باتوں میں مخلص دکھائی دیں گے مگر ان کی روایات بن گئی ہیں کہ ہمارے خاندان میں پردہ نہیں آسکتا ہم اونچے ہیں۔ پردہ تو پُرانے زمانے کے لوگوں کا کام ہے۔ نسبتاً ادنیٰ ترقی یافتہ خاندانوں کا کام ہے۔''

(خطاب جلسہ سالانہ مستورات 29 جولائی 1995ء)

ایسے بے پردہ سوسائٹی یعنی مخلوط معاشرہ سے مرعوب خاندان اگر بے پردگی کے بارے میں ناعاقبت اندیشی کو چھوڑ کر حقائق پر نظر رکھیں تو اُن پر اس کے بدنتائج واضح ہو جائیں گے۔ حضور انور فرماتے ہیں ''حیا کا پردہ اُٹھا کر یا پھاڑ کر جس لذت کو بھی آپ حاصل کرتے ہیں یا کرتی ہیں وہ لذت گناہ ہے اور وہ لذت آپ کے آخری مفاد کے خلاف ہے۔''

(خطاب جلسہ سالانہ انگلستان 29 جولائی 1995ء)

(مرسلہ:- مکرم شیخ عبدالمجید صاحب سٹائن باخ)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

تکبّر سے بچو

سیّدنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:-

''سوتم اے عزیزو ان تمام باتوں کو یاد رکھو ایسا نہ ہو کہ تم کسی پہلو سے خدا تعالیٰ کی نظر میں متکبر ٹھہر جاؤ اور تم کو خبر نہ ہو۔ ایک شخص جو اپنے ایک بھائی کے ایک غلط لفظ کی تکبر کے ساتھ تصحیح کرتا ہے۔ اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے۔ ایک شخص جو اپنے بھائی کی بات کو تواضع سے سننا نہیں چاہتا اور منہ پھیر لیتا ہے۔ اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے۔ ایک غریب بھائی جو اس کے پاس بیٹھتا ہے اور وہ کراہت کرتا ہے اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے۔ ایک شخص جو دعا کرنے والے کو ٹھٹھے اور ہنسی سے دیکھتا ہے اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے۔ اور وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی پوری طور پر اطاعت کرنا نہیں چاہتا اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے۔ اور وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے۔ سو کوشش کرو کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ۔ اور تا تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ۔ خدا کی طرف جھکو۔ اور جس قدر دنیا میں کسی سے محبت ممکن ہے تم اس سے کرو۔ اور جس قدر دنیا میں کسی سے انسان ڈر سکتا ہے تم اپنے خدا سے ڈرو۔ پاک دل ہو جاؤ اور پاک ارادہ اور غریب اور مسکین اور بے شر۔ تا تم پر رحم ہو''۔

(نزول المسیح صفحہ 25)